Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مُدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ مُطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۴۱ء

ماہ تبلیغ سنہ ۱۳۲۰ ہش

جلد ۴۰ عدد ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند چار روپے ہے، طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے ؛

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے :-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

[illegible] | ۳ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۱ء | [illegible]

فہرست مضامین

اداریہ	صہ ۲	ایڈیٹر
معرکۂ رُوح وبدن	صہ ۶	"ذاکر عجمی"
مذہب کے متعلق پروفیسر فرائیڈ کی تحریریں	صہ ۱۸	جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور
نئی کتابوں پر تبصرہ	صہ ۴۱	

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ :۔

سکھ مسلم اتحاد کسی ملک کی ترقی کے لئے اس میں بسنے والی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جس قدر ضرورت ہے، وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر ہمارے ملک ــــ ہندوستان ــــ کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس کے باشندے محض اختلاف مذہب کی بناء پر ایک دوسرے سے بغض و عناد رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعض قومیں بچپن ہی میں اپنی آئندہ نسل کے دلوں میں دوسری قوموں کے خلاف جذبۂ نفرت و عداوت کا بیج بو دیتی ہیں۔ اور حقیقتاً، اگر بغور دیکھا جائے، تو ہندوستان کی تمام مشکلات و مصائب کی بڑی وجہ یہی باہمی عداوت و نفرت ہے۔

ہندوستان میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ایک ہندو اور دوسری مسلمان۔ ان میں جو بُعد اور دُوری ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے جتنی نفرت ہے، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ کوئی راسخ العقیدہ ہندو کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی چیز کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔ جس چیز کو مسلمان کا ہاتھ چھو جائے وہ ہندو کے نزدیک ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ انتہائی ذلّت آمیز سلوک ہے، جو ایک قوم دوسری سے کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ توقع رکھنا کہ ہندو اور مسلمان آپس میں مل سکتے ہیں، قطعاً باطل امید ہے۔ جب تک ہندو اپنے اس طرزِ عمل کو نہ بدلیں گے، تب تک مسلمانوں کی ان سے صلح نہیں ہو سکتی۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے علاوہ ہندوستان میں بعض دوسری چھوٹی چھوٹی قومیں بھی آباد ہیں جن میں سے پنجاب میں سکھ قوم خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ گو سکھ اصل میں ہندوؤں ہی سے نکلے ہیں، مگر ان میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں، جو ان کو ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں سے زیادہ قریب کر رہی ہیں۔ سب سے بڑی اور پہلی چیز یہ ہے، کہ سکھ جس بزرگ ــــ گورو نانک رحمۃ اللہ علیہ ــــ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، وہ اسلام سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اگر گورو صاحب کو، جیسا کہ جماعت احمدیہ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عقیدہ ہے، مسلمان نہ بھی مانا جائے، تب بھی ہر غیر متعصب شخص آپ کی زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا، کہ آپ پر اسلام کا بہت زیادہ اثر تھا، اور ہندو مذہب سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسلام کی پیروی میں توحید کی تعلیم دی، اور مورتی پوجا کے خلاف جہاد کیا۔ گورو نانکؒ کی زندگی کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے اور معلوم ہے کہ یہ چیز انہوں نے اسلام سے سیکھی۔ کیونکہ اسلام سے پہلے ہندوستان توحید سے ناآشنا تھا۔

سکھوں اور مسلمانوں میں اور بھی بہت سے وجوہ اشتراک ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ مسلمانوں سے عملاً بہت دُور ہیں۔ اور اس کی وجہ کچھ غلط فہمیاں ہیں، جو سکھوں کے دلوں میں مسلمانوں کی نسبت بعض خود غرض لوگوں نے پیدا کر رکھی ہیں۔ یہ غلط فہمیاں زیادہ تر سکھ گوروؤں پر مسلمان بادشاہوں کے مفروضہ مظالم پر مبنی ہیں، جن کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن اگر بالفرض ان مظالم کو صحیح مان لیا جائے، تب بھی گذشتہ تلخ باتوں کی یاد کو تازہ رکھنا قرین دانشمندی نہیں ہے، اور نہ اس سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ سکھ اصحاب نہ صرف یہ کہ ان غلط تاریخی افسانوں کی یاد کو تازہ رکھے ہوئے ہیں، جن میں سکھ گوروؤں پر مسلمان حکمرانوں کے مفروضہ مظالم بیان کئے گئے ہیں، بلکہ ان "مظالم" کی ہیبت کو روز بروز بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔

مثال کے طور پر گورو گوبند سنگھ صاحب کے دو معصوم بچوں کے قلعہ سرہند کی دیوار میں زندہ چنوائے جانے کے واقعہ کو ہی لے لیجیئے۔ اس کے متعلق گیانی واحد حسین صاحب نے جو تازہ رسالہ تصنیف کیا ہے، اور جس کی بعض اقساط "ریویو" میں بھی گذشتہ سال چھپتی رہی ہیں، اسے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ قصہ گورو گوبند سنگھ صاحب کی وفات سے کافی عرصہ بعد گھڑا گیا، اور پھر سکھ مورخین نے مختلف مراحل پر اس میں اپنی طرف سے ایزادیاں کیں، تا مسلمانوں کا ظلم زیادہ سے زیادہ بھیانک شکل میں، اور معصوم بچوں کی مظلومی زیادہ سے زیادہ اشتعال انگیز شکل میں سامنے آئے۔ اور عجیب تر یہ کہ اس قصہ میں ایزادیاں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور مبالغہ آمیزیوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔جب کوئی نئی سکھ تاریخ چھپتی ہے، اس میں اس افسانہ میں ضرور کوئی نہ کوئی اضافہ ہوتا ہے۔ اور سکھ لیکچرار اپنے قومی جلسوں میں اس واقعہ کو جس طرح پیش کرتے ہیں، وہ اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ایک مورخ خواہ کتنا ہی مبالغہ کرنے والا ہو، تحریر میں بہر حال محتاط رہنے کی کوشش کرے گا لیکن لیکچرار ـــ خصوصاً غیر ذمہ دار لیکچرار ـــ اپنے سامعین کو زیادہ سے زیادہ گرمانے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے وہ احتیاط کی حدود وقیود سے آزاد ہو کر جو مُنہ میں آتا ہے، کہہ گذرتا ہے۔چنانچہ سکھ لیکچرار عام طور پر گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کے قتل کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے اسے بہت زیادہ اشتعال انگیز کر کے بیان کرتے ہیں، اور اس میں بہت سی چیزیں اپنی طرف سے ایزاد کر لیتے ہیں، جو عوام میں مشہور ہو جاتی اور پھر آہستہ آہستہ تاریخی حیثیت حاصل کر لیتی ہیں۔اور اس طرح سکھوں اور مسلمانوں میں اختلاف اور دشمنی کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے، جسے کوئی عقلمند دونوں قوموں کے لئے مفید قرار نہیں دے سکتا۔

یہ خوشی کا مقام ہے، کہ اب بعض سکھ لیڈروں کو یہ احساس پیدا ہو رہا ہے، کہ انہیں اپنی گذشتہ روش کی اصلاح کرنی چاہیئے۔چنانچہ سکھ لیڈر گیانی کرتار سنگھ صاحب ایم۔ایل۔اے سیکرٹری شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے گذشتہ ماہ مکتسر ضلع فیروز پور کی اکالی پولیٹکل کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے جو ایڈریس پڑھا، اس میں اس بات کا اظہار کیا، کہ سکھوں اور مسلمانوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں، انہیں آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیئے۔

گیانی صاحب کی اس تقریر کو سکھ اور مسلم پریس میں بڑی اہمیت دی جا رہی ہے، اور اسے پنجاب کی دو زبردست قوموں کے درمیان صلح و اتحاد کی طرف مستحسن اقدام سمجھا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ذمہ دار سکھ لیڈر کا یہ اقدام بہت مبارک ہے، لیکن ہم یہ کہنے سے رک نہیں سکتے، کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی شخص کے صرف یہ کہدینے سے کہ ہمیں اتحاد سے رہنا چاہیئے، اتحاد نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے، کہ اوّل باہمی انشقاق اور پھوٹ کے اصل بواعث دریافت لئے جائیں، اور پھر ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے بغیر اتحاد کی کوئی سکیم کامیاب نہیں ہو سکتی۔

جن سکھوں کے دلوں میں بچپن ہی سے یہ بات بٹھائی گئی ہو، کہ مسلمان ان کے دشمن ہیں، اور جب ان کا بس چلتا ہے، وہ غیر مذاہب کے لوگوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، بلکہ وہ مذہب کے لئے معصوم بچوں پر بھی جبر کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، اور اس غرض کے لئے ان کی جان تک لے لیتے ہیں، ان کے متعلق کب صلح و اتحاد کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر گیانی کرتار سنگھ صاحب اور دیگر سکھ لیڈر دل سے سکھ مسلم اتحاد کے خواہاں ہیں، تو اس کی عملی صورت یہی ہے، کہ مسلمانوں کے ظلم وستم کے جو افسانے سکھ تاریخ میں پائے جاتے ہیں، ان کو نکال دیا جائے، یا کم از کم سکھ لیکچراروں کو ہدایت کی جائے، کہ وہ ان افسانوں کو بیان نہ کریں، کیونکہ ان سے دونوں قوموں کے باہمی تعلقات میں تلخی پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ صرف زبانی طور پر اتحاد کی خواہش کا کچھ مطلب نہیں ہو سکتا۔

ہمارے معاونین "ریویو" کی توسیع اشاعت اور اعانت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احباب نے ہماری آواز پر لبیک کہتے ہوئے خاص طور پر امداد فرمائی۔ جزاھم اللہ خیرًا۔

(۱) ڈاکٹر سید محمد انور شاہ صاحب نے مشرقی افریقہ سے پچاس روپے بطور عطیہ ارسال فرمائے۔ (۲) شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس سندھ نے پانچ نئے خریدار عطا فرمائے۔ (۳) چوہدری غلام احمد صاحب قانونگو کبیر والہ نے دو نئے خریدار عطا فرمائے۔

کاغذ کی قیمت میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے، دیگر اخراجات بھی بڑھ رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ احباب حضرت مسیح موعودؑ کے اس مقدس رسالہ کی امداد و اعانت سے دریغ نہ فرمائینگے۔ یہ رسالہ گذشتہ چالیس برس سے اسلام و احمدیت کی بے نظیر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ایسے قدیم مجاہد رسالہ کی اعانت بہت بڑے ثواب کا موجب ہے۔ معاونین کرام کے اسمائے گرامی انشاء اللہ درج رسالہ ہوتے رہیں گے۔ تا ان کے حق میں دعا کی تحریک ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معرکۂ روح وبدن

تحریک سوشلزم پر ایک نظر

(۱)

(از "ذاکر عجمی")

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش ٭ تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ ٭ ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

پسِ منظر:- جس یورپ کو اپنے تمدن وکلچر پر ناز تھا، اور جو رُبع مسکون پر محیط تھا، وہ آج ابلیسی طاقتوں کی جولانگاہ بنا ہؤا ہے۔ اس کے بطن سے پیدا شدہ "تہذیب نما بربریت" پوری عریانی کے ساتھ انسانی آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔ غارتگری اور آدم کُشی کا عمل اس انداز سے ہو رہا ہے، کہ دیکھنے اور سُننے والے کے حواس معطّل ہو کر رہ جاتے ہیں، اور بیداری اور خواب کی تمیز مٹ جاتی ہے چنگیز خاں اور بخت نصر نے بھی ممالک کو تباہ و برباد کیا، لیکن ان کے خونین عملِ تسخیر کو بھی ایک مدّت درکار تھی۔ نپولین نے بھی نظامِ امن کو تہ و بالا کیا، اور اس کی فتوحات کا سیلاب سارے یورپ پر چھا گیا، لیکن یورپ کی موجودہ طاغوتی حکومتوں نے جو طوفان برپا کیا ہے، اس کی مثال ساری تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے گوناگوں آلاتِ تخریب سے شہروں کے شہر چند دنوں بلکہ چند گھنٹوں میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے ہیں۔ محاذِ جنگ سے کوسوں دور آبادیاں بھی ان کے اجل بار طیّاروں کے تصوّر سے لرزہ براندام ہیں۔ ہالینڈ اور بلجیم طرفۃ العین میں صیدِ زبوں ہو کر جرمن بربریت کے آگے گرتے ہیں۔ فرانس بھی زخمی ہو کر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اس سے نہ صرف یورپ میں بلکہ تمام دنیا میں سراسیمگی اور اضطراب پیدا ہوجاتا ہے۔ نہ جانے کب کوئی ملک یا قوم نازیوں کے چنگل میں آجائے۔ ابھی آتش باری اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہلاکت آفرینی کا مشغلہ زوروں پر ہے، اور کوئی نہیں کہہ سکتا، کہ یہ کب اور کس طرح ختم ہوگا
بہرکیف اس کا ختم کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے ؎

کون کرسکتا ہے اس کی آتش سوزاں کو سرد — جس کے ہنگاموں میں ہو ابلیس کا سوز دروں

ان متحارب قوموں کے مفکرین اس تباہی اور ہلاکت کے زمانے میں دنیا کو ایک پیغام دے رہے ہیں، وہ یہ ہے، کہ انسانیت کے خاک وخون سے ایک نیا نظام عالم جنم لیگا، جو ہر رنگ میں پہلے نظام سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ اس میں پیکار اور تصادم کی جگہ وحدت و مودت ہوگی۔ اس میں کسی کو کلام نہیں، کہ یہ جنگِ عظیم موجودہ تہذیب کو کالعدم کردے گی، کیونکہ اس کے اجزاءِ ترکیبی میں تخریب ہی تخریب مضمر ہے۔ اور یہ محاربۂ خونین اس کی خودکشی کا عبرت انگیز منظر ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں، کہ اس کی خاکستر سے یقیناً ایک فتحمند اور اصلح نظام پیدا ہوگا، جو انسان کی مادی اور روحانی ضروریات کا کفیل، اور نفس پرستی اور ہوسناکی کے موذی عناصر سے یکسر پاک ہوگا۔ لیکن اس کا موجد اور خالق کوئی مفکر یا فلاسفر نہ ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ مابعد جنگ کا زمانہ مذہب کی صحیح اور سلیم روح کی بیداری کا زمانہ ہوگا۔ کیونکہ سچے مذہب کے اندر تعمیر حیات کے سارے عناصر موجود ہوتے ہیں۔ ان کا بروئے کار آنا ہی نئے نظام عالم کا پیدا ہونا ہوگا۔ اور وہ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا کا دورِ مبارک ہوگا۔ اس لئے مادی مفکرین کا دعوےٰ، کہ وہی ایک صالح نظام کے پیدا کرنے والے ہونگے، ایک زعمِ باطل ہے، جو کبھی بھی شرمندۂ معنے نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے تمام نظریات اور تخیلات نسلی تفوق وغرور اور مدنی اور لسانی امتیازات سے پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے نفاذ سے عالم انسانی آتشکدہ بن جاتا ہے۔ پچھلی جنگِ عظیم کے بعد بھی انہی ائمہ فکر نے دنیا کی "صورت گری" اور "مشاطگی" کا تہیہ کیا۔ اور تہذیب کے نشیمن کو مادیت اور لادینی کے شجرۂ ملعونہ کی نازک شاخ پر تعمیر کیا، اور سمجھ لیا، کہ نوعِ انسان اب ہمیشہ کے لئے جنگوں سے بچ گئی ہے، حالانکہ ان کے افکار کی اساس ہی ذوقِ پیکار پر تھی۔ ان کی علمی اختراعات اور ایجادات محض اس لئے وجود میں آئیں، کہ ملک کا ایک خطہ یا نسلِ انسانی کا ایک طبقہ دوسرے پر غلبہ پالے۔ یورپی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حکومتوں نے سائنس کو اپنی "جوع الارض" کی تسکین کے لئے ایک کنیز بنا لیا۔ ان کے دار التجارب، ان کے سائنسدان، ان کی یونیورسٹیاں اور دیگر علمی ادارے شبانہ روز صرف ایک ہی مقصد کے لئے وقفِ کار تھے۔ اور وہ یہ کہ انسانی بستیوں کو جبراً اور قہراً غلام بنایا جائے، اور اپنی تجارت اور سیاست کو فروغ دیا جائے۔ جب علمی اور ذہنی ترقیات کے پیچھے ایسے خبیث اور موذی ارادے ہوں، تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا، کہ اس طلسم خانۂ تمدن کے مہلک "مضمر ممکنات" عمل میں آئیں۔ اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ چنانچہ اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ کیونکہ دُنیا میں اسی تہذیب وحضارت کو بقا نصیب ہو سکتی ہے، جو اصلح ہو، یعنی انسانیت کے لئے مفید ہو۔ قرآن کریم میں خدائے عزّوجلّ فرماتا ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ہ دنیا میں جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے، وہ اسلئے ہے، کہ اس کی رونق و رعنائی، اس کے حسن وجمال اور آرائش وزیبائش کو دوبالا کرے۔ خالقِ کُل کا فعلِ خلق ایذاء اور آزار سے بالکل پاک ہے۔ بحر وبر، میدان وکوہسار اور باد وباران کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے۔ کائنات کے تمام پہلو آپس میں ہم آہنگ کر دیئے گئے ہیں۔ اقوامِ عالم کو مہلت دی جاتی ہے، کہ وہ تخلیقِ عالم کے مقدس مقصد کو پورا کریں۔ جو قوم اس کو پورا کرتی ہے، وہی قوم اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کی مصداق ٹھہرتی ہے، اور اس کو فروغ نصیب ہوتا ہے۔ مگر جو قوم اس نگار خانۂ ہستی میں رخنہ ڈالتی ہے، اور اس کے توازن کو بگاڑتی ہے، وہ قدرت کے بے پناہ ہاتھ سے مٹ جاتی ہے۔

تہذیبِ مغرب آج اسی واسطے دم توڑ رہی ہے، کہ اس کے علمبرداروں نے قدرت کے خلاف بغاوت کی، اس کی چمن بندی میں خلل ڈالا۔ اس تہذیب کا سب سے زیادہ تباہ کن پہلو یہ ہے، کہ اس نے رُوح وبدن میں افتراق پیدا کر دیا ہے۔ حالانکہ انسان کی کامل شخصیت رُوح وبدن کی تالیف وامتزاج سے عبارت ہے۔ ان کے متوازی نشو ونما سے یہ بڑھتی اور ثمر آور ہوتی ہے۔ کوئی نظامِ فکر یا مذہب کامیاب نہیں ہو سکتا، جو ایک کو ابھارے اور دوسرے کو کچل دے۔ عیسائیت نے بھی یہ غلطی کی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس نے رہبانیت کے تیشے سے جسم کو گھائل کیا، تاکہ روح بیدار ہو، مگر اس غیر طبعی تعلیم کا وہی نتیجہ ہُوا، جو ہُوا کرتا ہے، یعنی تقشف کی جان سوزیوں کے ساتھ روح کی شمع بھی افسردہ ہو کر رہ گئی، اور اہلِ کلیسا میں مزاج خانقاہی پیدا ہو گیا، جس سے خود حاسۂ مذہب مجروح ہو گیا۔ اس کے برعکس یورپ کے ائمہ مادیت نے روح سے انکار کیا، اور عالمِ رنگ و بُو ہی کو اپنا منتہائے نظر قرار دیا۔ انھوں نے جسم و نفس کی پرورش کی، اور روح کو کچل دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا، کہ ان کی تعلیمات کے پیرو ہوسناک و جفاکار ہو گئے۔ اشتراکی اور فسطائی فلسفہ اسی سِفلی تعلیم کا حامل ہے۔ اور موجودہ جنگ بھی اسی کی کرشمہ سازی ہے۔ اور ان کے سامانِ معیشت کی فراوانی اور دیگر وسائل حیات کی بہتات ہی ان کے حق میں پیغامِ اجل بن رہی ہے، اور کَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا کی صدائے قہت فضائی تاخت سے ہو رہی ہے۔ دولت و ثروت کے بڑے بڑے مراکز پیوندِ خاک ہو رہے ہیں، تاریخی آثار ایک ایک کر کے مٹتے جا رہے ہیں۔ سہ

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

جب مذہب مٹ جائے، تو فرعونی ملوکیت، ہامانی سیاست اور قارونی معیشت انسان پر مستولی ہو جاتی ہیں۔ انسان کبھی بھی اپنی حیات کا خود کفیل نہیں ہو سکتا۔ اس کی فکرِ کج پرواز اس کو ہلاکت کی وادیوں میں لے جاتی ہے۔ جب بھی وہ اپنے کاشانۂ حیات کو مادیت کے قمقموں سے روشن کرتا ہے، اس پر ظلمت ہی ظلمت چھا جاتی ہے۔ کیونکہ اس زمین و آسمان کا حقیقی نور تو خدا ہی ہے۔ اور مذہب اس کے نور کا حامل ہے۔ اور اسی کی ہمہ گیر تعلیمات کے روغن سے انسانی زندگی کی قندیل روشن ہوتی ہے۔ اور مادہ کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ جب یہ شمع روحانی افسردہ ہو جاتی ہے تو عالمِ انسانی کفر و عصیان کے دُود و دخان سے گھر جاتا ہے، اور تباہی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

اُنیسویں صدی:۔ تاریخ کے اس دَور میں انیسویں صدی کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ اس صدی میں ان افکار و نظریات کی داغ بیل پڑی، جنہوں نے حاسۂ مذہبی کو ضعیف کر دیا۔ اور لوگوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملحد و زندیق بنا دیا۔ مذاہب پر حملے ہر سمت سے ہوئے، لیکن استقصاء سے دو ایسے حملوں کا پتہ چلتا ہے، جنہوں نے انسانوں کے وسیع طبقے کو مذہب کی آغوش سے نکال کر نفس کا غلام بنا دیا۔ یہ دونوں حملے یہودی علماء یعنی فرائیڈ اور کارل مارکس کی طرف سے ہوئے۔ یہود کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ قوم بڑی پست اخلاق ہے، اور "جلوۂ طور" اور "ضربِ کلیم" سے زیادہ "طلسم سامری" اور "فرعونی جلال" سے متاثر ہوتی ہے۔ اور اس کے نفسیات کو الحاد سے زیادہ ربط ہے۔

ایک حملہ نفسیات کے محاذ سے حاسۂ مذہبی پر ہوا۔ یہ حملہ کرنے والا ڈاکٹر فرائید تھا۔ اس نے اپنی متعلق تحریرات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ مذہب انسانی دماغ کا پیدا کردہ فریب ہے۔ قرونِ مظلمہ میں انسان نے اس کو تسکینِ خاطر کے لئے وضع کر لیا تھا۔ اب جبکہ انسانی ذہن و فکر رُشد و بلوغ کو پہونچ چکے ہیں، یہ فریب طشت از بام ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر فرائیڈ کے نزدیک انسانی اعمال کا واحد محرک جنسی جذبہ ہے۔ اس کو مذہب کے ظہور میں بھی یہی سفلی عاطفہ کارفرما نظر آیا۔ اور جب اس نے مذہبی عبادات کا اپنی تحقیق کی عینک سے جائزہ لیا، تب بھی اس کو اس کی تہہ میں شہوات کی سوتیں بہتی نظر آئیں۔ یہ علم النفس کی ایک شاخ تحلیل نفسی کا بانی ہے۔ اس تحلیل نفسی میں اتنے علمی الجھاؤ اور گنجلک ہیں، کہ بعض اوقات ایک پڑھے لکھے انسان کا فہم بھی ان کا حریف نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے، کہ ڈاکٹر فرائیڈ کا نظریۂ مذہب عالمگیر قبولیت نہیں حاصل کر سکا۔ اور اس نے تحریک عامہ کی شکل اختیار نہیں کی۔ صرف وہ اہلِ علم طبقہ جو مذہب کے نور سے محروم تھا، اور جو اس محرومی کی ٹیس کو ضعیف کرنا چاہتا تھا، اس نظریہ کا قائل ہو گیا۔ اس میں کوئی کلام نہیں، کہ اس عالمگیر متبحر نے اپنی مشعلِ تحقیق سے انسانی دماغ کی پنہائیوں کو ٹٹولا، اس کے جذبات و عواطف کا تجزیہ کیا، اور دنیا کے علم میں اضافہ کیا۔ اس نے حرکی تحت الشعور (dynamic sub-conscious) کی گہرائیوں کو کریدا، اور اس کے دفینوں کو وانشگاف کیا۔ لیکن سوال یہ ہے، کہ اس کی علمی تحقیقات نے انسانی اخلاق و سیرت پر کیا اثر ڈالا۔ یہ صاف ظاہر ہے، کہ انسان کو اس نظریہ سے فلاح و سعادت کی امید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ رُوح کو مارتا ہے، اور جسم کی افزائش کرتا ہے۔ اگر انسانی اعمال کی رہنمائی فرائیڈ کے اصول پر کی جائے، تو سماج میں طوفانِ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بے تمیزی برپا ہو جائے، اور عفت و پاکیزگی کی حس بالکل مٹ جائے۔ جب کوئی محقق دین و مذہب سے بیگانہ ہو، تو اس کی تحقیقات میں لادینی کا رنگ نمایاں ہوتا ہے، اس کی ژرف نگاہی عالم مادیت تک ہی محدود رہتی ہے۔ اور اس کے معلومات انسان میں اخلاقی بلندی پیدا نہیں کر سکتے۔

روشن تو وہ ہوتی ہے جہاں بیں نہیں ہوتی
جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک

کارل مارکس:۔ انیسویں صدی میں دوسرا حملہ کارل مارکس نے کیا۔ اس یہودی مفکر کا نعرۂ جنگ یہی تھا، کہ "مذہب انسان کے لئے افیون ہے"۔ اس کے برق آسا حملے نے امراء کے ایوانوں اور اہل مذاہب کے معبدوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ مذہب جو پہلے ہی اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں کمزور و ناتوان ہو چکا تھا، اس یہودی حکیم کے حربوں سے زخمی ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔

وہ یہودی فتنہ گر وہ روحِ مزدک کا بروز ٭ ہر قبا ہونے کو ہے اس کے جنوں سے تار تار
زاغِ دشتی ہو رہا ہے ہمسرِ شاہین و چرخ ٭ کتنی سرعت سے بدلتا ہے مزاجِ روزگار

فرائیڈ کا نظریہ تو چند خشک دماغوں میں مکیں ہے، اور رہے گا، مگر کارل مارکس کے فانوس خیال کی چمک انسانی فکر کو کچھ وقت کے لئے چکا چوند کر گئی۔ اس کے عمرانی فلسفہ کی عالمگیر قبولیت کے پیچھے بہت سے نفسیاتی بواعث ہیں، جن کا دامن صنعتی انقلاب، اور اس کی پیداوار صنعتی تہذیب سے وابستہ ہے۔ صنعتی انقلاب سے نظام جاگیرداری مٹ گیا۔ اور کاروبار کی عام آزادی سے تجارت کا بازار گرم ہوا۔ انہی ایام میں امریکہ کی دریافت کا سانحہ وقوع میں آیا۔ اور افریقہ اور آسٹریلیا میں سیم و زر کی کانیں معلوم ہوئیں۔ اطرافِ عالم میں زمین نے صدیوں کے مستور بوجھ اُگل دیئے۔ انسانی دماغ نے نئی نئی مشینیں ایجاد کیں۔ اور بڑے بڑے کارخانے وجود میں آئے۔ اور بیع و شرا عالمگیر پیمانے پر ہونے لگی۔ وہ سماج جو سالہا سال سے نظام جاگیرداری کی وزنی سِلوں کے نیچے دبا ہوا تھا، اس کو آزادی کا سانس نصیب ہوا۔ لیکن یہ آزادی اور خوشحالی فردوس زریں ثابت ہوئی۔ پیداوار دولت کے نئے نظام نے چند انسانوں کو تو قارون کے خزانوں کا مالک بنا دیا، اور لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اجرت پانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah
والے غلام۔ زردار اور نادار طبقوں کی خلیج دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ اور اول الذکر طبقے نے اتنی قوت پکڑی کہ ملک کا قانون بھی ان کا خادم ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد عمل استحصال اور زیادہ تیز ہو گیا۔ مذہب بھی جس کی اصل روح مر چکی تھی، کارخانہ داروں کی طلائی زنجیر میں اسیر ہو گیا۔ غریبوں اور بے نواؤں کا آخری سہارا بھی ان سے چھن گیا۔ مذہب کے اجارہ دار پادری مفلسوں کو قناعت اور صبر و شکیب کا درس دینے لگے ؎ "جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے"۔ اب ظاہر ہے، کہ مزدور طبقہ سرمایہ داروں کے رحم و کرم پر تھا، جو اس جذبۂ لطیف سے محروم تھے، اور کسب زر کو اپنا نصب العین سمجھتے تھے۔ دن رات مزدور کام کرتے، اور صرف قوت لایموت حاصل کر سکتے ؎

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکوٰۃ

تاریخ عالم میں یہ دور سرمایہ داری کا دَور کہلاتا ہے۔ اس میں بہت جلد اخلاقی انحطاط رُونما ہو گیا۔ سرمایہ داروں کے مظالم نے بے کس طبقۂ مزدور کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ دُنیا کی تاریخ اس کی شاہد ہے، کہ افلاس کے کاشانوں میں بغاوت پرورش پاتی ہے، اور بغاوت کی گود میں انقلاب کی بجلیاں کھیلتی ہیں، اور بے چراغ جھونپڑیاں بھی میدانِ کارزار بن جاتی ہیں، اور بے کس و بے نوا انسانیت بھی محسوس کرنے لگتی ہے، کہ اس کی شبِ زندگی کا عرصہ ختم ہُوا چاہتا ہے، اور نصف اللیل کی تاریکیوں کے پیچھے آفتابِ انقلاب نمودار ہو رہا ہے ؎

تعجب کیا جو مظلوموں کو جوشِ انتقام آئے کہ بجلی بھی تو آخر پرورش پاتی ہے پانی میں

جب کلبۂ دہقان میں انقلابی مزاج کے آثار پیدا ہو رہے تھے، اس وقت کارل مارکس نے اپنے رسوائے عالم "اشتراکی منشور" (Communist manifesto) سے چار دانگ عالم میں آگ لگا دی۔ غربا اس کو اپنا نجات دہندہ سمجھکر اس کی طرف لپکے۔ وہ اہل علم طبقہ بھی جو برسوں امراء کی غلامی کر رہا تھا، اس کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ اس کا عمرانی نظریہ جو سوشلزم کے نام سے معروف ہے، بادو باراں کی طرح افقِ مغرب پر پھیل گیا۔ اس نے ڈاکٹر ڈاہنڈ کی طرح محض تعیش دماغ کے طور پر تحقیق نہیں کی تھی، بلکہ اس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذہنی کاوشوں اور تن آزاریوں کا فقط ایک مقصد تھا، کہ گری ہوئی انسانیت کو دیوِ استبداد کی گرفت سے آزاد کرے۔ اس نے عمرانی فلسفہ وضع کیا، اور اس میں مفلوک الحال انسانوں کے لئے ایک پیغامِ عمل پیش کیا۔ اس کی تحریک فکری اور نظری ہی نہ تھی، بلکہ عملی اور انقلابی بھی۔ چونکہ یہ اس وقت پیدا ہوئی، جب سماج زندگی کی کٹھن منزل سے گذر رہا تھا، اس کو عالمگیر قبولیت نصیب ہوئی، اور تاجداروں اور تاجروں کو اس سے کھٹکا پیدا ہو گیا۔ اسی لئے بانیٔ اشتراکیت کو مخاطب کر کے شاعر کہتا ہے۔

وہ کلیمِ بے تجلّی　وہ مسیحِ بے صلیب　　نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب

کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہِ پردہ سوز　　مشرق و مغرب کی قوموں کے لئے روزِ حساب

اس سے بڑھکر اور کیا ہو گا طبیعت کا فساد

توڑ دی بندوں نے آقاؤں کے خیموں کی طناب

سوانح حیات: ۔ یہ یہودی مفکّر، جس نے خیالات میں تلاطم برپا کر دیا، رائن لینڈ کے شہر ٹراٹر (Treves) میں ۵ مئی ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ یہودی وکیل تھا، اور سارا خاندان مارکس کے نام سے موسوم تھا۔ جب کارل چھ سال کا ہوا، تو اس کا خاندان عیسائیّت کا برائے نام حلقہ بگوش ہو گیا۔ لیکن خاندان کا یہ نونہال ماحول کے اثرات سے بالکل آزاد تھا۔ اس پر تبدیلی مذہب کا کچھ اثر نہ ہوا، چونکہ وہ خورد سالی ہی میں بے باک، ضدی اور ہٹ دھرم تھا، وہ اپنی عقل کی پیروی کرتا تھا، اور اپنی بات کو بے خطا سمجھتا تھا۔ ابتداء سے ہی اس نے جذبات کو عقل کے تابع رکھا۔ یہی وُہ شمائل و خصائل تھے، جنھوں نے اس کو نت نئی بدلنے والی دُنیا میں ایک بے پناہ قوت بنا دیا۔

جب کارل مارکس سترہ سال کا ہُوا، تو بان (Bonn) یونیورسٹی میں داخل ہُوا، اور قانونی تعلیم حاصل کی۔ اس طالب علمی کے دَور میں اس کو ایک رئیس کی لڑکی جینی (Jenny) سے عشق ہو گیا۔ اس کی محبوبہ بھی اس سے محبت کرنے لگی۔ اور لمبی کش مکش کے بعد ان کی شادی ہو گئی۔ کارل مارکس کی زندگی میں شاید یہی وہ ایام تھے، جب اس کے جذبات میں تموّج پیدا ہوا، اور اس کی خشک طبیعت شعر و سخن کے مرغزاروں میں گلگشت کرنے لگی، اور اس نے شعر کہنے شروع کئے، اور معاشی جنگ کا یہ قائدِ اعظم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلی دفعہ شاعر کی حیثیت سے علمی دنیا میں ظاہر ہؤا۔

۱۸۴۱ء میں "ڈاکٹر آف فلاسفی" کی ڈگری لینے کے بعد اس کے افکار میں زیادہ پختگی اور عمق پیدا ہو گیا، اور فلسفہ ہیگل کے حواریوں کی سوسائٹی میں شامل ہو گیا، اور اپنی علمی تشنگی کو ہیگل کے فلسفے سے سیراب کیا، اور مذہبی اعتقادات کو خیرباد کہا۔ اس وقت سے آگے آگے اس پر الحاد اور دہریت کا گہرا رنگ چڑھتا چلا گیا، اور اس کا طائرِ فکر نئی پرواز کے لئے پر تولنے لگا۔ پیرس میں اس کو ایک ورنامچہ کی ادارت مل گئی۔ اس کے کالموں میں اس نے اپنے ارمان خوب نکالے۔ لیکن اس کی آتشین قلم کی جولانیاں قانونِ احتساب کا شکار ہو گئیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا، کہ حکومت انقلاب کے اس فتیلہ سوزاں کو آزاد چھوڑ دیتی۔ چنانچہ اس کا پرچہ قانونی گرفت میں آکر بند ہو گیا۔ لیکن معًا اس کو دوسرا میدانِ عمل مل گیا۔ پیرس میں ہی ایک انتہا پسند اخبار جرمنی زبان میں شائع ہوتا تھا۔ کارل مارکس نے اس میں طبع آزمائی شروع کر دی۔ لیکن قانون کے بے پناہ مصیطر نے اس کو یہاں بھی آرام سے سانس نہ لینے دیا۔ پرشیا کی حکومت کی سفارش پر مارکس کو پیرس سے نکال دیا گیا، اور وہ برسلز (Brussels) آگیا۔

لیکن اس کا پیرس میں قیام اس کی زندگی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں اس کو فریڈرک انگلز سے آشنائی ہو گئی۔ انگلز جرمن کے ایک سوتی کارخانے کے مالک کا بیٹا تھا۔ باوجود سرمایہ دار ہونے کے وہ انتہا پسندانہ خیالات سے متاثر ہو گیا تھا۔ وہ مانچسٹر میں اپنے باپ کے کارخانے کی ایک شاخ کا نگران تھا۔ اور رابرٹ اوون (Robert owen) کا دوست تھا، رابرٹ اوون جیسا کہ میں آگے چلکر بتاؤنگا، انگلستان میں اشتراکی خیالات کا پرچار کیا کرتا تھا۔ انگلز اشتراکی رجحان تو پہلے ہی سے رکھتا تھا، مگر مارکس سے ملکر وہ انقلابی اشتراکیت کا حامی ہو گیا۔ اور مارکس کا رفیقِ کار بن گیا۔ اس رفاقت کا آغاز ۱۸۴۴ء میں ہؤا، اور یہ مرتے دم تک قائم رہی۔ کیونکہ انگلز مارکسی خیالات کا علمبردار اور مبلّغ بن گیا۔ ۱۸۴۵ء میں وہ اپنے پیرو مرشد کو انگلستان لے آیا، جہاں اس کو بعض جرمنی تعلیمی سوسائٹیوں سے روشناس کیا، اور استاد اور شاگرد نے ملکر جرمن مزدوروں کی ایک انجمن قائم کی۔ ۱۸۴۷ء میں انہوں نے لنڈن میں مزدوروں کے جلسے کا انعقاد کیا، اور اشتراکی بین الاقوامی لیگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی بنیاد رکھی۔ جس کی طرف سے اپنے اشتراکی منشور کا اعلان کیا۔

۱۸۴۸ء کا سال یورپ کی تاریخ میں انقلابی سال ہے۔ چونکہ ان انقلابات کے پیچھے مارکس کا دماغ کام کر رہا تھا، اس کو بلجیم سے نکال دیا گیا۔ لیکن ان انقلابات کے دھکوں نے ان دروازوں کو کھولدیا، جو مارکس پر بند تھے۔ چنانچہ وہ فرانس گیا، اور پھر جرمنی، اور کولون میں ایک اخبار جاری کیا۔ مگر انقلابی گرد و غبار کے چھٹ جانے کے بعد فضا پھر صاف ہو گئی، اور قانون نے پھر حرکت کی۔ اور مارکس کو جرمنی اور فرانس دونوں ممالک سے شہر بدر کر دیا گیا۔ اور وہ لنڈن ہجرت کر آیا۔ اور مرتے دم تک یہیں رہا۔

مارکس کے لنڈن کے ایام بڑے پُر آلام تھے۔ ایک بڑے کنبے کی پرورش کا بوجھ اس پر تھا، اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس نے سوہو کی ڈین سٹریٹ میں دو کمرے کرائے پر لئے۔ اس کا گھر غربت اور افلاس کا مرکز تھا، اور امراض نے بھی ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ وہ خود سرطان کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی تکلیف دہ امراض نے اس کو شکار بنا رکھا تھا۔ ان تلخ حالات میں اس نے بسر اوقات کی۔ اور یہ محض انگلز کی مالی امداد تھی، کہ وہ قرضخواہوں سے نجات پاتا۔ اس نے ان ایام میں بڑی محنت کی، دن رات برٹش میوزیم میں گذارے، اور اپنی انقلاب آفرین کتاب سرمایہ (Capital) کا مسودہ تیار کیا۔ اپنی گذر اوقات کے لئے نیویارک کے بعض اخبارات کے لئے مضامین بھی لکھتا رہتا تھا۔

Capital کی پہلی جلد اس کی زندگی میں ۱۸۶۷ء میں شائع ہوئی۔ اگرچہ اس نے تصنیف کا کام بہت کیا، اور بے شمار رسائل اور چھوٹی چھوٹی کتب لکھیں، لیکن Capital کی تصنیف سے پہلے اس نے ایک اور مشہور کتاب لکھی، جس کا نام A Critique of Political Economy ہے۔

اگرچہ اس کی زندگی کے آخری ایام میں مالی تکالیف کم ہو گئیں، اور اس کو اپنی تصانیف کی آمدنی کے علاوہ انگلز سے معین رقم سالانہ ملنے لگ گئی، مگر سارا خاندان افلاس سے چُور ہو چکا تھا۔ ۱۸۸۱ء میں اس کی بیوی سرطان کی بیماری سے برسوں بیمار رہ کر انتقال کر گئی۔ اس کی موت کے دو سال بعد ۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء میں اشتراکی انقلاب کا یہ آتشیں نفس زعیم بھی اس دارِ فانی سے چل بسا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کارل مارکس کے پیشرو:۔ جب نظامِ ربوبیّت درہم برہم ہوجاتے۔ جب چند کروڑپتی کارخانہ دار سماج کے سینے میں اپنے پنجے گاڑ دیں۔ جب بندہٗ و آقا کی تمیز سے انسانی فلاح وسعادت کے رستے مسدود ہوجائیں جب مزدور کو دن رات کی محنت شاقّہ سے نانِ جویں بھی میسّر نہ آئے۔ اور دہقان اپنی کھیتی سے ایک دانہ بھی حاصل نہ کرسکے، یہ اس بہیمی اور بربری نظام معیشت کے تنزّل کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس کے تنزل اور انحطاط سے باغی روحیں پیدا ہوتی ہیں، جن کی صدائے احتجاج میں اس کی موت مضمر ہوتی ہے چنانچہ کارل مارکس اس معاشی بغاوت کا سرغنہ تھا۔ انقلابی اشتراکیت کا موجد یہی تھا۔ لیکن انیسویں صدی کے آغاز سے بلکہ اس سے پہلے بھی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے مزدوروں کے حقوق کی حمایت میں آوازیں اُٹھائیں۔ کارخانے میں کام اور محنت کی انسانیت سوز شدت میں افاقہ کرایا۔ اوقاتِ کار میں تخفیف کے لئے جدوجہد کی۔ معقول اجرت کے لئے مالکانِ کارخانہ کو ترغیب دلائی۔ چونکہ ان تمام تحریکات کا کوئی نہ کوئی عنصر مارکسی اشتراکیت میں موجود ہے، اور چونکہ یہ مارکس کے اُس ہنگامۂ رستخیز کے لئے جو انیسویں صدی کے وسط میں پیدا ہوُا، پس منظر کا کام دیتی ہیں، اس واسطے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ ان مشاہیر کا بھی ذکر کیا جائے، جنہوں نے معاشی حالات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا، اور نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کے نقائص کو بے نقاب کیا، بلکہ ان کا حل بھی تجویز کیا۔ ان میں سے پہلے نمبر پر سینٹ سائمن (St. Simon) ہے۔ اس کی عمر کا عرصہ ۱۷۶۰ء سے لیکر ۱۸۲۵ء تک ہے۔ اس کو بعض معاشی مورّخ "سوشلزم کا باپ" کہتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا دعوٰی اور لوگوں نے بھی کیا۔ لیکن اوّلیّت کا طغرائے امتیاز سینٹ سائمن کو حاصل ہے۔ اس نے صنعتی انقلاب کے آثار کو دیکھا اور معلوم کیا، کہ ایسے دور کا آغاز ہونے والا ہے، جس میں صنعت وحرفت کو فروغ حاصل ہوگا۔ اس کے وسیع مطالعہ نے اس پر واضح کیا، کہ اس صنعتی دَور میں استحصال کا عمل عالمگیر صورت اختیار کرلیگا۔ اس نے اپنے متعدد رسائل میں دو باتوں پر زور دیا۔ ایک یہ کہ دُنیا میں میراث کا نظام مٹا دیا جائے، اور پیداوار دولت کے تمام وسائل حکومت کے قبضے میں ہونے چاہئیں۔ یہ دونوں اصول اب انقلابی اشتراکیت میں موجود ہیں۔ میراث تو ایک جرم قرار دیا گیا ہے، اور مارکس کے اصول کے مطابق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"عبوری" عرصہ کے لئے حکومت ہی تمام اسباب معیشت کی واحد مالک ہوتی ہے۔ الغرض سینٹ سائمن کی اشتراکیت حکومتی اشتراکیت کا ابتدائی خاکہ ہے۔

اٹھارھویں صدی کے اواخر میں فوریر Fourier (۱۷۷۲ء تا ۱۸۳۷ء) پیدا ہوا۔ گونا گوں اقتصادی خرابیاں سماج میں رونما ہو رہی تھیں۔ مگر جس چیز نے اس کو متاثر کیا، وہ مقابلہ اور پیکار کا منظر تھا۔ اس نے دیکھا، کہ ایک مزدور دوسرے مزدور سے اور ایک سرمایہ دار دوسرے سرمایہ دار سے برسر پیکار ہے۔ اور اس مقابلہ نے جامۂ تہذیب کو تار تار کر دیا ہے۔ اس خرابی کے مداوے کے لئے اس نے اُصولِ امدادِ باہمی کو وضع کیا۔ اس کا خیال تھا، کہ امدادِ باہمی کی سوسائٹیوں کے قیام سے معاشی جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا اور پیدائش دولت میں معتدبہ ترقی ہو جائیگی۔ اس وقت اس کا اندازہ تھا، کہ ۲،۹۸۵،۹۸۶ سوسائٹیاں تمام دنیا کے لئے کافی ہوں گی۔ اور ان کے قیام سے نظامِ معیشت سے "رُوحِ رقابت" مٹ جائیگی۔ اور اقتصادی عروج کے ساتھ ساتھ انسانوں میں اخوت اور مودت کا جذبہ بھی ترقی کرتا چلا جائیگا۔

انگلستان میں رابرٹ اوون Robert owen (۱۷۷۱ء تا ۱۸۵۸ء) نے بھی امدادِ باہمی کے اصول کی تعلیم دی۔ وہ خود ایک مثالی آجر (employer) تھا۔ اس نے اپنے تجربے کی بنا پر اس بات کو پیش کیا، کہ اقتصادی تعاون میں ہی فلاح اور کامیابی کا راز ہے۔ اس نے سوسائٹیوں کی بجائے ایسی چھوٹی چھوٹی بستیوں (settlements) کے قائم کرنے پر زور دیا، جو اشتراکی اصولِ املاک پر مبنی ہوں۔ انگلستان میں رابرٹ اوون کے اصول کو کافی شہرت نصیب ہوئی۔ (باقی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کے متعلق پروفیسر فرائیڈ کی تحریریں

(از جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور)

فرائیڈ کی مذہب کے متعلق تین تحریریں زیادہ مشہور ہیں۔ میں ان تینوں کا الگ الگ ذکر کرونگا۔ اور ہر ایک کا خلاصہ بیان کر کے اس کے متعلق کچھ بیان کرونگا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں وہ بیان شروع کروں، یہ بتانا چاہتا ہوں، کہ فرائیڈ یہودی والدین کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے یہودی النسل تھا، اس لئے اس کو یہودی تحریکوں اور یہودی قوم کی عام بہبود سے ایک گہری دلچسپی تھی، گو عقائد کے لحاظ سے اس کا کوئی مذہب نہ تھا، اور وہ ہر موضوع پر، جس پر کہ وہ کچھ لکھتا تھا، اپنی طرف سے خالص علمی لحاظ سے نگاہ ڈالتا تھا۔ وہ پیدا تو کہیں اور ہوا تھا، غالباً چیکوسلاواکیہ کے کسی قصبہ میں، لیکن وہ بچپن سے ہی آسٹریا کے مشہور دارالخلافہ وائنا میں رہنے لگا تھا۔ یہیں اس کی ساری تعلیم ہوئی، یہیں سے اس نے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی، اور پھر یہیں وہ خود پروفیسر رہا، اور اپنی طب کی پریکٹس کرتا رہا۔ دو ایک سال ہوئے جب ہٹلر نے آسٹریا پر قبضہ کر لیا، تو یہودیوں کے لئے حالات بہت خطرناک ہو گئے۔ اور یہود دشمنی کی وجہ سے فرائیڈ پر بھی ہٹلر کی طرف سے مشکلات کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اور اس کو جان کا بھی خطرہ ہو گیا، اور کئی طریق سے، مثلاً نظر بند کر کے اور اس کی جائداد وغیرہ چھین کر اس کو تنگ کیا گیا۔ آخر اس کو یہ اجازت ہو گئی، کہ وہ اپنے کنبے سمیت انگلستان آجائے۔ چنانچہ وہ انگلستان آگیا۔ اور سال ڈیڑھ سال وہاں رہ کر گذشتہ سال ستمبر کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔ اس نے اسی نوے سال کی عمر پائی، اور بے شمار کتابیں اور مقالے اور علمی ادارے اور انجمنیں اپنی یادگار چھوڑیں۔

مذہب کے متعلق اس کا رویہ جارحانہ تھا۔ اور وہ یہی نہیں کہتا تھا، کہ ہمیں پتہ نہیں، کہ خدا ہے یا نہیں، بلکہ وہ اس سے ایک قدم آگے تھا، اور ان فلسفیوں میں سے تھا، جو یہ سمجھتے ہیں، کہ انہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے مذہب کی جڑھ معلوم کرلی ہے اور ان نفسیاتی اسباب کا پتہ لگالیا ہے، جن سے مذہب پیدا ہوتا ہے۔ پس یہاں صرف یہ نہیں کہا جاتا، کہ ہمیں پتہ نہیں کہ خدا ہے یا نہیں، بلکہ یہ کہا جاتا ہے، کہ پتہ ہے، اور وہ یہ کہ خدا نہیں ہے، اور خدا کے متعلق جو عقیدہ دنیا میں پایا جاتا ہے، وہ چند ایک طبعی تقاضوں اور طبعی ضروریات کے ماتحت ہے۔

فرائیڈ کی شہرت اس کی ان علمی خدمات کی وجہ سے ہے، جو اس نے نفسیات کو انسانی ضروریات کے لئے، خصوصاً انسان کے ذہنی عوارض کی تشخیص اور ان کے علاج کے طریق تجویز کرکے، سرانجام دی ہیں۔ اپنی شہرت کے مدنظر اس نے شاید ضروری سمجھا، کہ وہ مذہب کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ لکھے۔ چنانچہ اس نے مذہب کے متعلق پہلے ایک کتاب لکھی، جس میں وحشی قوموں کے حالات کے متعلق بحث کی، اور یہ بتایا، کہ وہ نظریئے جو اس نے انسان کی ذہنی بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں وضع کئے تھے، وہ وحشی قوموں کے حالات کے سمجھنے میں بھی مفید ثابت ہوتے ہیں۔ وحشی قوموں کے حالات کا علمی مطالعہ اُس وقت سے شروع ہے، جب سے یورپین قومیں بحری راستوں کے آسان ہوجانے کی وجہ سے دُنیا میں دُور دور نکل گئیں، اور کئی ایسی قوموں سے ان کو سابقہ پڑا، جو بالکل الگ تھلگ دنیا کے باقی حالات سے متاثر ہوئے بغیر زندگی بسر کررہی تھیں۔ یورپین قومیں، ان کے سیاح اور ان کے مبصر ان قوموں کو بہت ادنےٰ سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے ان کا مطالعہ اس طرح کیا، جس طرح گویا جانوروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور طرح طرح کے حالات ان کے متعلق انہوں نے جمع کردیئے، اور پھر ان کی توجیہات کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اور یہ بتانے لگے، کہ ان قوموں میں فلاں رسوم اور عقائد کیوں اور کیسے رائج ہوگئے؟ ان کا یہ خیال بھی تھا، کہ مہذب انسان بھی دراصل پہلے وحشی انسان تھا، اس لئے ہر انسانی عقیدے، ہر انسانی طریق اور ہر انسانی قانون کی اگر ابتدا کا مطالعہ کرنا ہے، تو وحشی قوموں میں اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے، وہاں ہر مہذب چیز کی ابتدا نظر آجائے گی۔ اس اثر کے ماتحت بے شمار کتابیں اس موضوع پر جمع ہوگئیں۔ فرائیڈ نے بھی ان بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا، جو اس موضوع پر موجود تھیں۔ کئی قسم کے حالات ان میں ملتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ یہ سمجھنے لگا، کہ وحشی قوموں کے عقائد اور ان کے مخصوص رسم ورواج کی توجیہہ اس کے اصولوں پر ہو سکتی ہے۔

فرائیڈ کا بڑا اصول یہ تھا۔ اور اس اصول کے متعلق اس کا دعویٰ تھا، کہ اس نے یہ اپنے مریضوں کے حالات کا خلاصہ کر کے معلوم کیا ہے۔ کہ انسان فطری طور پر نہایت گندا ہے۔ اسکو نیک وبد کی کوئی تمیز نہیں۔ ازدواجی تعلقات میں حرام وحلال کے کسی فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔ ہاں بعض حالات سے مجبور ہو کر وہ ایسا فرق کرتا ہے۔ اور تہذیب کے ایک لمبے دور سے یہ فرق اس کی طبیعت میں راسخ ہو چکا ہے۔ لیکن تہذیب کا پردہ اُٹھنے کی دیر ہے، پھر انسان وہی گندا انسان ہے، جسے قدرت نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اس کا خیال تھا، کہ بچوں کے حالات کا اگر مطالعہ کیا جائے، اور وحشی قوموں کے رسم ورواج کو بنظر غور دیکھا جائے، تو معلوم ہو جاتا ہے، کہ ان کو واقعی ایسی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ یہ تمیز صرف بعض مجبوریوں سے پیدا ہوتی ہے۔ فرائیڈ کہتا ہے کہ بچپن میں ہر بیٹے کو ماں کے متعلق ضرور خواہش ہوتی ہے۔ گو بعد میں وہ دب جاتی ہے۔ اور اگر پورے طور پر نہیں دبتی، تو کوئی ذہنی فتور پیدا کر دیتی ہے۔ بہر حال وہ اپنے مریضوں کے متعلق یہی کہتا ہے، کہ وہ بیمار اسی وجہ سے ہوتے ہیں، کہ انہوں نے اپنی ایسی خواہشوں کو دبا رکھا تھا، جو بچپن سے ان کے دل میں موجود تھیں، لیکن تہذیب ان کو معیوب سمجھتی تھی۔ اور اس کشمکش کو حل نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے اپنے اس نظریہ کو وسعت دینے کے لئے فرائیڈ نے وحشی قوموں کے حالات پر اس کو چسپاں کرنا شروع کیا۔ وحشی قوموں میں، یا کم از کم بعض وحشی قوموں میں، قریبی رشتوں میں ازدواجی تعلقات کو سخت مکروہ سمجھا جاتا ہے، ایسا مکروہ کہ شاید ہی کسی اور چیز کو اتنا مکروہ سمجھا جاتا ہو۔ اس کی توجیہہ فرائیڈ اپنے اصول پر یوں کرتا ہے، کہ ابتداء میں انسانی سوسائٹی کی شکل ایک کنبہ کی تھی، جس کا سردار کنبہ کا باپ تھا، اور وہ کنبہ کی سب عورتوں پر قبضہ رکھتا تھا، اور ان سب کو اپنے لئے جائز سمجھتا تھا۔ لیکن وہ لڑکوں کو ایسے تعلقات سے روکتا تھا، اور لڑکے رُک کے بھی رہتے تھے۔ مگر آخر تنگ آ کر لڑکوں نے فیصلہ کیا، کہ ایسے باپ کا خاتمہ کرنا چاہیئے، اور عورتوں پر خود قبضہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اکٹھے ہو کر باپ کو قتل کر ڈالا۔ قتل کرنے کے بعد ان کے دل ندامت اور تاسف میں ڈوب گئے، اور شرم سے اس قدر گھائل ہو گئے، کہ انہوں نے فیصلہ کیا، کہ اب اس شرمناک کام کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے، کہ باپ کی یاد کو اس کی پرستش کر کے زندہ رکھا جائے، اور کنبے کی عورتوں کو اپنے اوپر حرام گردانا جائے۔

یہ وہ فرضی واقعہ ہے، جس سے فرائیڈ کے نزدیک انسان میں اخلاق، قانون، حلال و حرام نیز خدا کے تصوّر کی ابتدار ہوتی ہے۔ باپ کی یاد کو تازہ رکھنے کی خواہش مختلف جانوروں کی پرستش میں سے گذرتی ہوئی آہستہ آہستہ خدا کے عقیدے میں منتقل ہو گئی۔ اور عورتوں کے متعلق جو پابندی تھی، وہ قانون، تہذیب اور شریعت میں بدل گئی۔ اب خدا کے منکر اسی فرضی بیان کو لئے پھرتے ہیں، اور پوچھتے ہیں، بتاؤ خدا کا کیا باقی رہا؟ بلکہ وہ کہتے ہیں، کہ پہلے سائنس نے صحیح طریق پر مذہب پر حملہ نہیں کیا تھا۔ طبیعات کا حملہ بیکار گیا، کیونکہ وہ یہ نہیں بتا سکی، کہ مادے کے آخری جزئیات کہاں سے آئے۔ اسی طرح علم حیات کا حملہ بھی ناکام ثابت ہوا، کیونکہ وہ یہ نہیں بتا سکی کہ جاندار چیزیں بے جان مادہ سے کیسے پیدا ہو گئیں، اور انسانی صفات والا جانور عام جانوروں سے کیونکر پیدا ہو گیا؟ لیکن نفسیات نے ـــ خصوصًا اس نفسیات نے جو فرائیڈ نے پیش کی ہے، مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس نے بتا دیا ہے، کہ مذہب اور خدا کی ابتدا کیسے ہوئی۔ اگر مذہب کی ابتداء ایک معمولی جذبے سے ہوئی ہو، تو پھر اس کے بلند بانگ دعوے سب ناقابلِ التفات ہیں۔

عام لوگ یہ نہیں سمجھتے، کہ جو نقشہ فرائیڈ انسانی فطرت کا کھینچتا ہے، وہ چند بیماروں کے متعلق صحیح ہو تو ہو، تندرست انسانوں کے متعلق صحیح نہیں۔ بیماروں کے متعلق بھی کئی ماہرین کا خیال ہے، اور وہ بھی ہر روز اس بات کا تجربہ کرتے رہتے ہیں، کہ صنفی اور ازدواجی تقاضوں میں فتور کی وجہ سے بعض بیماریاں تو حل ہو سکتی ہیں، لیکن سب کی سب نہیں۔ انسانی فطرت کے اور بھی بہت سے اہم تقاضے ہیں، جن میں کبھی فتور پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ بیماری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک حلقے سے یہ آواز بھی بلند کی گئی ہے، کہ کم از کم تندرست انسان ـــ وہ انسان جو نارمل کہلاتے ہیں،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی ایسی صنفی الجھن میں نہیں پھنستے، جسے فرائیڈ اپنے ہر کیس کی اصل علت بتاتا ہے۔ وہ لوگ جو خود وحشی قوموں کے حالات کا علم رکھتے ہیں، انہوں نے فرائیڈ کے خلاف آواز اٹھائی ہے، اور یہ آواز مذہب کی تائید میں نہیں اُٹھائی گئی، بلکہ خالص علمی اغراض کے لئے اٹھائی گئی ہے۔ ان لوگوں نے فرائیڈ کی کئی علمی غلطیوں کو واضح کیا ہے۔ بڑی غلطی جو فرائیڈ نے وحشی قوموں کے حالات بیان کرنے میں کی ہے یہ ہے، کہ اس نے یہ سمجھا ہے، کہ وحشی جب اپنے کسی بزرگ کو قتل کرتے، اور اس کو پھر کھا لیتے ہیں، تو وہ ہمیشہ باپ ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے، بے شمار ایسے حالات بھی ریکارڈ میں ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ باپ کو ہی نہیں، بلکہ ماں اور باپ دونوں کو ان کی اولاد قتل کر دیتی ہے، اور پھر ان کے گوشت کو آپس میں تقسیم کر کے کھا لیتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بزرگوں کا قتل اور پھر ان کے گوشت کو کھا جانا کسی صنفی تقاضے کے ماتحت نہیں ہوتا۔ صنفی تقاضے اور طرح سے وحشی قوموں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان میں وہ طریق بھی شامل ہیں، جن کو ہم جائز سمجھتے ہیں، اور وہ بھی جن کو ہم ناجائز خیال کرتے ہیں۔ لیکن بزرگوں کا قتل، جس پر فرائیڈ کے نظریہ کی بنیاد ہے، اس وجہ سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر لڑکے صرف باپ کو قتل کریں، تو ہو سکتا ہے کہ وہ یہ قتل اس لئے کرتے ہوں، کہ وہ اپنی شہوات کو کھلے طور پر پورا کر سکیں۔ لیکن سوال یہ ہے، کہ پھر ماں کو کیوں قتل کیا جاتا ہے؟ اس سے تو صاف پتہ لگتا ہے، کہ یہ بزرگوں کا قتل شاید اس وجہ سے ہے، کہ یہ کمزور دماغ لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ اس طرح بزرگوں کے گوشت کو کھا کر وہ اپنے اندر وہ قوتیں اور کامیابی کے جوہر اور خوش نصیبی پیدا کر لیں گے، جو ان بزرگوں کو ملی تھی۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ بوڑھے بیمار اور بیکار ماں باپ کو بڑھاپے اور بیماری کی تکلیف سے بچانے کے لئے اور ان کی بیکاری کے بوجھ سے خود بچنے کے لئے یہ قتل ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ ان کی حس ابھی اس سے آگے نہیں گئی، اور وہ بزرگوں اور قوم پر احسان کرنے کا یہی ایک طریق جانتے ہیں، کہ بزرگوں کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن اس قتل میں کم از کم وہ صنفی تقاضے کام کرتے ہوئے نظر نہیں آتے، جو فرائیڈ سمجھتا ہے۔ پھر سوال یہ ہے، کہ فرائیڈ وحشی قوموں کی یہ تصویر تو اس لئے کھینچتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے، کہ اس سے شریعت اور اخلاق کی ابتداء دکھائے، لیکن کیا شریعت کی ابتداء اس سے نظر آجاتی ہے؟

فرائیڈ کہتا ہے، کہ پہلے لڑکے باپ کو اپنے صنفی تقاضوں سے مجبور ہو کر قتل کرتے ہیں، پھر اس کو کھاتے ہیں، اور کھانے کے ساتھ ہی ندامت کے پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ لیکن پہلا سوال یہ ہے، کہ وہ قتل کے بعد کھاتے کیوں ہیں؟ کیا اور چیزیں کھانے کے لئے نہیں ہوتیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے، کہ وحشیوں میں ندامت کیسی اور کیوں؟ یہی ندامت تو ایک چیز تھی، جس کا حال کچھ فرائیڈ کو بتانا چاہیئے تھا۔ اور یہی تو وہ جذبہ ہے، جس کی ابتداء اہلِ علم لوگوں کو بیان کرنی چاہیئے۔ مگر اسے وہ صرف فرض کرنے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں، اور اس کی حقیقت اور اصلیت بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر وحشیوں میں ندامت ہے، تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ ان میں پہلے سے ہی گناہ کا مفہوم اور اس کا احساس پایا جاتا ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے، کہ ان میں قانون اور اخلاق اور ایک ابتدائی قسم کی شریعت کا تصوّر پہلے سے موجود ہے۔ اور ان چیزوں کی ابتداء اہلِ علم ہمیں بتا نہیں سکے۔

تیسرا سوال یہ ہے، کہ جب بیٹے ندامت سے بھرپور ہو گئے، اور انہوں نے اپنے کُنبے کی عورتیں اپنے اوپر حرام کر لیں، تو پھر کیا وہ ہمیشہ ایسے تعلقات کے بغیر ہی رہے؟ اور جب ایسے تعلّقات جاری ہو گئے، تو کیسے جاری ہوئے؟

علاوہ ازیں یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا، کہ جو باپ اپنے لئے کُنبے کی سب عورتیں جائز سمجھتا ہے، کیا وہ بیٹوں کو ایک دن کے لئے بھی روک سکتا ہے؟ اور اگر بیٹے کوئی عملی اقدام اپنی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے کریں، تو ان کو ندامت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس سے صاف پتہ لگتا ہے، کہ اخلاق اور شریعت کا احساس انسان میں ایک استعداد کے رنگ میں موجود ہوتا ہے۔ لیکن اس کا علم انسان کے سینے میں خدا کی طرف سے ہی ڈالا جاتا ہے۔ اور اخلاق اور شریعت کی ابتدا کسی علمی نظریئے سے معلوم نہ کر سکنا خود خدا تعالیٰ کے وجود پر ایک دلیل ہے۔ کیونکہ بغیر خدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو ماننے کے ہم اس بات کی اور کوئی توجیہہ نہیں کر سکتے۔

عام ذہنی بیماریوں کے اسباب بتانے میں بھی فرائیڈ نے صنفی تقاضوں کے متعلق سخت مبالغے سے کام لیا ہے۔ صرف صنفی تقاضے ہی نہیں، بلکہ اور تقاضے بھی ان بیماریوں کے پیدا کرنے میں حصّہ دار ہوتے ہیں۔ اور صرف وہی تقاضے نہیں، جن کو انسانی تہذیب آج ناجائز قرار دیتی ہے، بلکہ وہ تقاضے بھی ان بیماریوں کو پیدا کرتے ہیں، جنہیں انسانی تہذیب جائز قرار دیتی ہے، لیکن ان کے اظہار میں کوئی اور دِقّت پیش آجاتی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ فرائیڈ یا اس کا کوئی ہم خیال ایک مریض کی تشخیص کرتے وقت اُس مریض سے مل کر بیماری کی کوئی ایسی وجہ تجویز کریں، جو اپنے عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے ان کو بہت متاثر اور مطمئن کرے۔ اور جونہی مریض کو اطمینان حاصل ہو، وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگے۔ عام جسمانی بیماریوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں، کہ بسا اوقات علاج، غلط تشخیص اور غلط طریق علاج سے بھی ہو جاتا ہے۔ ہاں مریض اور طبیب دونوں کا فیصلہ ہوتا ہے، کہ مرض کی فلاں وجہ ہے، اور فلاں اس کا علاج ہے۔ جب جسمانی بیماریوں میں بھی غلط تشخیص ایک مسمریزم کا سا اثر کرتی ہے تو ذہنی بیماریوں میں تو اَور بھی اس کا امکان زیادہ ہے۔

بعض یورپین اہل الرائے کا یہ خیال ہے، کہ جس قسم کے مریضوں سے فرائیڈ کو سابقہ پڑا، وہ شاید صرف یورپ میں ہی پائے جاتے ہیں، اور یورپ میں ان کا پایا جانا یورپ کے خاص تمدّن کی وجہ سے ہے، جس میں مرد عورت کے اختلاط پر مناسب پابندی نہیں ہوتی، اور جہاں کئی قسم کے محرکات نوجوانوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں، جن کے پورا نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ کسی ذہنی عارضہ میں پھنس جاتے ہیں۔ چنانچہ کئی لوگوں کا یہ خیال ہے، کہ ذہنی بیماریوں کی کثرت جو یورپ میں ہے، وہ دوسری جگہ نہیں۔ اور ان بیماریوں کی جو کثرت اور خودکشی وغیرہ کے واقعات اس تہذیب کے زمانے میں ہو رہے ہیں وہ پہلے نہ تھے۔

پھر وحشی قوموں کے حالات پر مذہب کی اس ترقی یافتہ شکل کی بنیاد رکھنا جو تاریخی زمانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں انبیاء اور ان کے حالات، تعلیمات، دعاوی، اور ان کی کامیابی کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے، کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ پرانے حالات کو اول تو سوائے قیاس آرائی کے صحیح اور حقیقی طور پر کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی سمجھے بھی، تو ان سے مذہب کی اس ترقی یافتہ شکل کے متعلق جس کو ابتدائی قوموں کے مذہب سے ممیز کرنے کے لئے "تاریخی مذہب" کہا جاتا ہے، کیسے کوئی استدلال ہو سکتا ہے؟ "تاریخی مذہب" تاریخ میں محفوظ ہے۔ ہمیں معلوم ہے، کہ یہ سلسلہ کیسے شروع ہوا، کیسے بڑھا، اور کہاں پہونچا، اس میں کیسے اور کیا کیا ترقی ہوئی۔ اور پھر ہمیں خاص طور پر معلوم ہے، کہ اس کی وہ مکمل اور آخری شکل کیسے ظہور میں آئی، جو اسلام اور قرآن کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی اول مذہب کے ہر دور کے لیڈر کے حالات معلوم ہیں، اور پھر خاص طور پر اس عظیم الشان لیڈر کے حالات معلوم ہیں، جو مذہب کی ہمیشہ رہنے والی اور زندہ شکل کا بانی بنا۔ اور اسکی زندگی کا ثبوت ہر زمانہ میں ملتا رہیگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں یہ ثبوت سلسلہ احمدیہ کے وجود اور اس کے زندہ ایمان اور کام کی شکل میں نظر آتا ہے۔

مذہب کی ابتدا خواہ کچھ ہی ہو، بہر حال ایک بات ہمیں انبیاء کی زندگی سے بار بار معلوم ہوتی رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے ہر زمانہ میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے، کہ ایک زندہ خدا، جو ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے، اور جو ہماری ہدایت کا سامان ہمیشہ سے کرتا چلا آیا ہے، اور آج بھی کر رہا ہے، موجود ہے۔ اس کی پیاری آواز کو ہم نے کئی بار سُنا ہے۔ وہ ہم سے کلام کرتا ہے۔ اور اس کلام میں بعض امور غیبیہ کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر دور میں وہ ان امور غیبیہ کو، جو خدا ان پر ظاہر کرتا ہے، اپنی صداقت کے ثبوت میں بطور تحدّی پیش کرتے رہے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں، کہ وہ باتیں پوری ہوتی رہیں اور سخت مخالف حالات میں پوری ہوتی رہیں۔ یہ چیز ہم نے آدمؑ کے زمانے میں دیکھی، پھر نوحؑ کے زمانے میں، پھر ابراہیمؑ کے زمانے میں پھر موسےٰؑ کے زمانے میں پھر عیسےٰؑ کے زمانے میں اور سب سے بڑھکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں دیکھی، جس کو تاریخ نے محفوظ کیا ہے، پھر اس کی زندہ اور ہمیشہ جاری رہنے والی برکتوں نے محفوظ کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ نمایاں طور پر ہمارے آج کے زمانہ میں سب لوگوں کے تجربہ میں آنیوالے نشانوں نے بھی محفوظ کیا ہے۔ جبکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
اس عظیم الشان زمانے میں ہم نے دیکھ لیا ہے، کہ وہ وعدے، جن کے متعلق ان راستبازوں نے پہلے سے بتا دیا تھا، کہ خدا نے ہم سے کئے ہیں، پورے ہو گئے، تو پھر ہم کسی اور دلیل یا کسی وحشی قوم کے مبہم حالات کو کیا کریں، جن کو ان وزنی اور ناقابلِ تردید حقائق کے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو ہم سے چھڑوانا چاہتا ہے، تو وہ آئے ان بزرگوں کے حالات پر اعتراض کرنے کی ہمت کرے، اور پھر دیکھے، کہ اس کا اعتراض کیسا بیہودہ اور لغو ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر وہ باقی بزرگوں کو قصۂ ماضی سمجھ کر فراموش بھی کرنا چاہتا ہے، تو وہ آئے، اور اس بزرگ کے حالات پر اعتراض کر کے دیکھے، جو ہمارے زمانے میں پیدا ہوا اور جس کے نشانوں کے گواہ ہم سب ہیں، اور جس کے علمی، اخلاقی اور روحانی کمالات سے متاثر ہو کر ہم سب نے خدا پر اپنے ایمان کو از سرِ نو تازہ کیا ہے۔ پس تاریخی مذہب کا مقام اَور ہے۔ اور پرانی قوموں کے حالات سے اس کے متعلق کوئی اشکال پیدا کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔

سو فرائیڈ نے پہلی کتاب میں مذہب کی ابتداء یوں بتائی ہے، کہ گویا جب انسان نے ابھی جماعتی زندگی شروع ہی کی تھی، کہ بیٹوں کا باپ سے مقابلہ ہو گیا، جس کے نتیجہ میں بیٹوں نے باپ کو قتل کر دیا، لیکن قتل کے نتیجہ میں بیٹوں پر کچھ ایسی ندامت چھائی، کہ انہوں نے عہد کیا، کہ وہ باپ کی یاد کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے، اور اس کا بہت اعزاز و احترام کریں گے۔ مَیں نے بتایا ہے، کہ علمی لحاظ سے مذہب کی ابتداء کو یوں بیان کرنا ہرگز تسلّی بخش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں فرض کر لیا گیا ہے، کہ ابتدائی انسان، جو بالکل وحشی تھا، جس کو اخلاق اور شریعت کا کوئی علم نہ تھا، اور جو ہر طرح سے اپنے ننگے جذبات کا غلام تھا، وہ اس قابل ضرور تھا، کہ اس کو اپنے کئے پر ندامت محسوس ہوئی۔ حالانکہ یہی بات ہے، جس کی کوئی معقول توجیہہ بتانا فرائیڈ کے ذمہ ہے، اور اسی کو وہ فرض کر کے آگے چل پڑتا ہے۔ باپ کی پرستش خیر اسی سے شروع ہو گئی، پھر باپ کی پرستش آہستہ آہستہ خدا کی پرستش میں کیسے بدل گئی؟ اس کے متعلق فرائیڈ کہتا ہے، کہ پہلے باپ کے بجائے انسانوں نے کسی ایسے جانور کو منتخب کر لیا، جو باپ سے کسی رنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں مشابہ تھا، اور یہی جانور اس کا خدا بن گیا۔ ہر قبیلہ بلکہ ہر کنبہ کا ایک الگ جانور تھا، جس کی وہ پرستش کرتا، اور جس کی حرمت وہ اپنے اوپر فرض سمجھتا۔ پھر جانوروں کی پرستش بادشاہوں کی پرستش میں بدل گئی۔ اور بادشاہوں کی پرستش بعض فرضی غیر مرئی وجودوں کی پرستش میں بدل گئی۔ اور یہی سلسلہ اور آگے چلا، تو کئی غیر مرئی وجودوں کے بجائے ایک بڑے غیر مرئی وجود یعنے خدا کی پرستش ہونے لگی۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اس طرح گویا خدا کے متعلق جو عقیدہ انسانوں میں پایا جاتا ہے، اس کے ارتقاء کی ساری منزلیں بتا دی گئی ہیں۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو علمی لحاظ سے اس ارتقاء کی ہر منزل پر ناقابلِ حل مشکلات پیش آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ باپ کے بجائے جانوروں کی پرستش ہونے لگی۔ لیکن یہ کیوں؟ جانور پرستی کے حالات میں ایسا خطرناک تنوع ہے، کہ ان سب جانوروں کو کسی ایک قانون کے ماتحت لانا نہایت محال نظر آتا ہے۔ پھر ابتدائی زمانے میں جانوروں کی پرستش ہی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ہزارہا قسم کے جانوروں کے علاوہ دریاؤں، پہاڑوں، بعض بوٹیوں اور قدرتی چیزوں کی پرستش بھی پائی جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے، کہ ان سب چیزوں میں وہ کونسی مشترک بات ہے، جو ان سب کو باپ کے مشابہ بنا دیتی ہے؟

پھر یہ سوال ہے، کہ مرئی چیزوں کے بجائے غیر مرئی وجودوں کے متعلق انسان کیوں سوچنے لگا، اور کئی غیر مرئی وجودوں کے بجائے ایک خدا کا خیال کس طرح پیدا ہو گیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے، کہ فرائیڈ جس چیز کی کچھ توجیہہ بیان کرنے لگتا ہے، اس کو خوب دلیری سے فرض کرتا ہوا آگے چلا جاتا ہے، حالانکہ علمی لحاظ سے یہ طریق ہرگز کامیاب نہیں کہلا سکتا۔ فرائیڈ کا یہ ارتقائی بیان اس کی دوسری کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اول تو یہ بیان بیسیوں اور ارتقائی بیانوں سے بُری طرح ٹکراتا ہے، اور خود فرائیڈ بھی ایک بیان پر قائم نہیں رہتا، جس کی وجہ سے یہ کہنا پڑتا ہے، کہ ارتقائی بیانات سب کے سب اندھیرے میں تیر مارنے کے مترادف ہیں، اور ارتقائی بیانوں کا درجہ ڈھکوسلوں سے زیادہ نہیں۔

دوئم یہ کہ تاریخی طور پر ایک خدا کا خیال ہمیشہ ارتقاء سے بالا رہا ہے، اور ہمیشہ سے موجود رہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں شک نہیں، کہ پرانی قوموں میں توہمات اور توہم پرستی کا نظارہ ہمیں خوب نظر آتا ہے۔ لیکن اس وقت بھی تو توہمات اور توہم پرستی کی زبردست مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں، حالانکہ ایک زمانہ تھا، کہ یہی لوگ خالص توحید کا عقیدہ رکھتے تھے، اور شرک نہیں کرتے تھے۔ کیا اس سے صاف پتہ نہیں لگتا، کہ خدا کے متعلق عقیدہ بنتا اور بگڑتا رہا ہے۔ ایک زمانے میں وُہ بنا، اور آہستہ آہستہ ایک بلند مقام پر پہونچ گیا۔ اور پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا، کہ اسی ایک خدا کے عقیدے میں سو قسم کا فتور پیدا ہو گیا۔ عیسائیت کی تعلیم شروع میں کیا تھی، اور آہستہ آہستہ کیا سے کیا بن گئی۔ اب اگر کوئی موجودہ عیسائیت کو لیکر یہ کہے، کہ عیسائیت ہمیشہ سے اسی صورت میں چلی آئی ہے، تو یہ بالکل غلط ہوگا۔ عیسائیت میں ایک خدا کا خیال پہلے زیادہ صفائی سے موجود تھا، بلکہ شروع میں (اور یہ بات اب کئی عیسائی مورخ بھی مانتے ہیں کہ) عیسائیت کی تعلیم ایک خدا کے متعلق بالکل صاف تھی، بعد میں اس تعلیم میں مشرکانہ اور جاہلانہ باتیں داخل ہوتی گئیں۔ پس تعلیموں کا بگڑنا ایک طبعی امر ہے۔ اس لئے یہ بہت زیادہ اغلب ہے، کہ شروع میں جو ایک خدا کا خیال پایا جاتا تھا، وہ بگڑتا بھی رہا اور بنتا بھی رہا۔

مَیں نے اس مضمون کے شروع میں کہا تھا، کہ وحشی قوموں کے حالات جمع کرنے میں یورپین سیاحوں اور مبصروں نے بہت کام کیا ہے، اتفاق کچھ ایسا ہوا، کہ اس میں سے ایک گروہ پادریوں کا تھا، جو یہ دکھانا چاہتا تھا، کہ عیسائیت کے سوا باقی سب دنیا میں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے لئے مواد اکٹھا کرنا شروع کیا، اور ان تمام مشرکانہ عقائد، رسوم اور مذہبی آداب کے متعلق حالات جمع کر دیئے، جو اُن کو دُنیا کے مختلف حصّوں میں ملے۔ مگر انہوں نے وہ حالات نظر انداز کر دیئے، جو ایک خدا کے عقیدہ اور پرستش پر دلالت کرتے ہیں۔

دوسرا گروہ آزاد خیال محققین کا تھا۔ ان کو چونکہ مذہب سے کوئی غرض نہ تھی، اس لئے انہوں نے وہ حالات بھی بیان کر دیئے، جو پادریوں کے گروہ نے عمداً ترک کر دیئے تھے۔ یہ محققین بھی یورپین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں، اور اپنے علم کے متعلق وسیع نظر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہے، کہ دُنیا کی پُرانی سے پرانی قوموں میں بھی ایک خدا کا خیال پایا جاتا ہے۔ اور انہوں نے کھلے طور پر اس دوسرے فریق کی تردید اور مخالفت کی ہے، جو یہ کہتا ہے، کہ پرانی قوموں کے عقائد اور ان کے رسوم سب مشرکانہ تھے، بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے، کہ عیسائی تہذیب کو اعلےٰ ثابت کرنے کے جنون میں عیسائی سیاحوں نے وحشی قوموں کے عقائد اور ان کے آداب کو نہایت بھیانک شکل میں دکھلایا ہے، حالانکہ واقعات اس کے بالکل برخلاف ہیں۔ ایسے مبصرین میں سے جو یہ کہتے ہیں، کہ ایک خدا کا خیال ہمیشہ سے چلا آیا ہے، ایک انڈریو لینگ ہے۔ اس نے لکھا ہے، کہ:-

ارتقائی فرقہ کا یہ دعوےٰ سرے سے غلط ہے، کہ ایک قادر و توانا وجود کے متعلق عقیدہ دنیا کی پُرانی قوموں میں نہ کبھی تھا، اور نہ اب ان میں سے کسی ایک میں ہی ہے۔

لینگ نے یہ بھی لکھا ہے، کہ خدا تعالےٰ کے متعلق وہ اعلےٰ قسم کا عقیدہ، جو آسٹریلیا کی پرانی قوموں میں پایا جاتا ہے، اس کے متعلق یہی سمجھنا چاہیئے، کہ وہ دراصل ان قوموں کے ان مذہبی خیالات کی ایک گری ہوئی شکل ہے، جو پہلے ان میں موجود تھے۔ گویا پہلے اچھی خاصی توحید ان میں پائی جاتی تھی۔ لیکن بعد میں ان میں کچھ انحطاط پیدا ہو گیا۔

پھر ایک اور بہت ہی مشہور مبصر ہے، جس نے بے شمار پرانی قوموں کے حالات کو جمع کیا ہے اور اس کے جمع کئے ہوئے مواد پر بہت سی علمی عمارتوں کی بنیاد کھڑی کی گئی ہے۔ اس نے وحشی قوموں کی دعاؤں کو جمع کیا ہے، اور ان دعاؤں میں ایک خالق و مالک ہستی کا خیال صاف طور پر پایا جاتا ہے، گو یہ خیال ایک ابتدائی خاکے کی شکل میں ہی ہے۔ یہ مبصرین خود کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے، بلکہ یہ بھی دہریہ ہیں، اور صرف علمی لحاظ سے اس سوال پر نظر ڈالتے ہیں۔ ان کا یہ خیال بھی ہے، کہ خدا کے متعلق عقیدہ انسانی فطرت سے خود بخود پیدا ہوا ہے، لیکن انہوں نے ابتدائی قوموں کے متعلق یہ مواد ایسا پیش کیا ہے، جس سے مذہب کے متعلق کم از کم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارتقا کا دعویٰ بالکل باطل ہوجاتا ہے، اور کہنا پڑتا ہے، کہ ایک خدا کا خیال ہمیشہ رہا ہے، ہاں یہ خیال گرتا رہا ہے، اور گرنے کے بعد سنبھلتا رہا ہے۔ اور یہ امرِ واقعہ کہ پرانی قوموں میں ہمیں دونوں قسم کے خیالات ملتے ہیں، (یعنے ایک خدا کا خیال بھی ملتا ہے، اور مشرکانہ خیالات بھی) ہمارے مذکورہ بالا نظریہ کی صداقت کی دلیل ہے۔

یہی مبصر لکھتا ہے، کہ اس میں شک نہیں، کہ خالص توحید کا خیال پرانی قوموں میں کم نظر آتا ہے، لیکن یہ اس وجہ سے ہے، کہ ہم ان کی زبان کے استعارات کو پورے طور پر نہیں سمجھتے، اور ان کے الفاظ کے ظاہری معانی کو لے لیتے ہیں۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں، کہ مذہبی عقائد کا اظہار تمثیلات اور استعارات کے ذریعہ ہُوا کرتا ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے، کہ:۔

میں جانتا ہوں، کہ ارتقائی فرقہ ہر بات میں ارتقا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، چاہے وہاں ارتقا نہ ثابت ہوسکتا ہو۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں، کہ میری بات پرانے علم انسانیات کے ماہرین کو بہت بُری لگے گی، جنہوں نے اندھا دھند اپنے سارے علم کی بنیاد ڈارون کے مسئلہ ارتقا پر رکھدی ہے لیکن بات وہی ہے، جو میں نے کہی ہے۔ اور یہ صحیح طریق نہیں، کہ ہم کلچر میں بھی ڈارون کی تھیوری کو گھسیٹتے پھریں۔

پس فرائیڈ بھی انہیں لوگوں میں سے ہے، جو یہ سمجھکر کہ ارتقا تو اب سب جگہ مسلّم ہی ہے، خدا کے عقیدے میں ارتقا کی منزلیں گنوانا شروع کردیتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ خدا کے متعلق ارتقا بالکل غلط ہے۔ اور نہ صرف پرانی قوموں کی تاریخ بلکہ بعد میں پیدا ہونے والی قوموں اور تہذیبوں کی تاریخ بھی ہمیں یہ بتاتی ہے، کہ توحید اور شرک میں ہمیشہ سے ایک کشمکش رہی ہے۔ توحید ہمیشہ سے رہی ہے، لیکن بار بار اس میں شرک داخل ہوتا رہا ہے، اور ہر بار توحید کے قائم ہونے کے سامان ہوتے رہے ہیں۔

فرائیڈ کے نظریۂ ارتقا میں اس بات پر زور ہے، کہ انسان میں زبردست خواہش خدا جیسے وجود پر ایمان رکھنے کی ہے، اس لئے خدا کا وجود خیالی ہے۔ ہم کہتے ہیں، کہ خدا کے لئے ایک زبردست جستجو اور زبردست میلان انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک تقاضا ہے۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بغیر ایسی جستجو کے انسان جلدی سے خدا کو شناخت نہ کر سکتا۔ لیکن محض خدا کو پانے کی خواہش سے خدا کا وجود خیالی کیسے ہو گیا؟ کیا اگر خواہش کے بعد خدا مل بھی جائے تو پھر بھی وہ خیالی ہی رہیگا؟

ارتقائی بیانوں کو ایک اور نظر سے دیکھنا بھی مفید ہے، اور اس طرح دیکھنے سے ان میں سے ہر بیان کی پرکھ ہو جاتی ہے، اور وہ یہ ہے، کہ ہر بیان کی بنیاد کسی ایک نہ ایک بات پر ہے۔ اگرچہ اس لحاظ سے بھی اہلِ علم لوگوں میں اس قدر اختلاف ہے، کہ مَیں سمجھتا ہوں، یہ اختلاف خود خدا کے عقیدہ میں ارتقا ثابت کرنیوالوں کے خلاف ایک دلیل ہے، لیکن ہم اس کو چھوڑتے ہیں، اور اس بات کو لیتے ہیں کہ ہر ارتقائی بیان کی بنیاد کسی ایک بات پر ہے۔ اور ہر ایسے بیان کا امتحان مذہب کی تاریخ کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔ اصل میں ہر بیان کی تائید میں کچھ نہ کچھ واقعات مل جاتے ہیں، اور سمجھا یہ جانے لگتا ہے، کہ بس اب یہی بیان تمام قسم کے واقعات پر حاوی ہے۔ حالانکہ دیکھنا یہ چاہیئے، کہ مذہب یعنی "تاریخی مذہب" جو انبیاء کے ذریعہ دنیا میں آیا، جس کے بانیوں اور بزرگوں کو ہم جانتے ہیں، کہ وہ کون تھے انہوں نے کیا سکھایا، اور ان کی تعلیم کا کیا نتیجہ نکلا، اس پر بھی کوئی ارتقائی بیان صادق آتا ہے، یا نہیں۔ ارتقائی بیانات جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، کئی قسم کے ہیں، لیکن اگر ہم دو تین بیان مثال کے طور پر لے لیں، تو ہم دکھا سکتے ہیں، کہ انبیاء کے حالات پر وہ چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ایک مشہور بیان خوف کے جذبہ پر اپنا سارا انحصار رکھتا ہے۔ اس بیان کے مطابق انسان میں جو خوف کا جذبہ ہے، اس سے خدا کا خیال پیدا ہوا، پہاڑوں کا خوف، دریاؤں کا خوف، موسمی تغیرات کا خوف، قحط کا خوف، زلازل اور سیلابوں کا خوف، انسان ایسے تمام خوفوں سے مرجاتا، اگر اس کا ذہن ایک خدا کا خیال پیدا نہ کر لیتا۔ اس میں شک نہیں، کہ کئی لوگوں کا عقیدہ خدا کے متعلق زیادہ تر قدرتی حوادث کے خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن جب ایسا ہوتا ہے، تو ہمیں نظر بھی آجاتا ہے۔ جب خدا کا عقیدہ خوف کی وجہ سے ہو، تو توہمات زیادہ ہوتے ہیں۔ تعویذوں اور گنڈوں اور اس قسم کی باتوں پر زور ہوتا ہے۔ اگر خدا کے متعلق وہ عقیدہ بھی جو انبیاء کے ذریعہ دُنیا میں آتا ہے، خوف کے ماتحت ہی آتا رہا ہے، تو پھر انبیاء کے وقت میں بھی تعویذوں اور توہمات پر زور ہونا چاہیئے۔ مگر واقعات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے بالکل برخلاف ہیں۔ انبیاء کے زمانے میں ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعد میں جب سچا ایمان کچھ کمزور ہوجاتا ہے، ایسے توہمات پیدا ہوجاتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے، کہ خوف کے ماتحت جو تعلیم ہوگی، اس میں پراگندگی اور بدنظمی ہوگی۔ کیونکہ خوف کا طبعی نتیجہ طبیعت میں پراگندگی اور بدنظمی ہے۔ کیا ہمیں الہامی تعلیموں میں ایسی پراگندگی اور بدنظمی نظر آتی ہے؟ اسلامی تعلیم میں خدا کے عقیدہ کو سب سے زیادہ زور شور اور سب سے زیادہ صفائی سے پیش کیا گیا ہے اور اسلام کی تعلیم میں ایسا نظام اور ایسا توازن ہے، اور اس طرح باریک در باریک حالات کو اور قسم قسم کے ممکنات کو اس قانون کے وضع کرنے میں مدنظر رکھا گیا ہے، کہ صاف پتہ لگتا ہے کہ اس کی بنیاد کسی پراگندہ خیال پر نہیں، بلکہ نہایت ہی حکیم اور دُور بین ہستی کے دماغ سے یہ باتیں نکلی ہوئی ہیں، اور وہ ہستی ایسی ہے، جو انسانی طاقتوں اور انسانی استعدادوں سے بالکل بالا تر ہے۔

ایک اور ارتقائی بیان ہے، جو رُوسی خیالات سے متاثر ہے، اور جس میں دنیا کے غرباء کو امراء کے خلاف بھڑکایا گیا ہے۔ اس بیان کے مطابق خدا کا عقیدہ دراصل امراء کی ایک سازش ہے، جس سے غرباء کو اپنی غریبی پر قانع رکھنے کا سامان کیا گیا ہے۔ اسی واسطے اس میں غریبی کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے، کہ ایک اونٹ کا سُوئی کے ناکہ میں سے گذرنا آسان ہے، بہ نسبت اس کے کہ کوئی امیر آدمی خدا کی بادشاہت میں داخل ہوسکے۔ امیروں کو ہوشیار کرنا مذہب کا فرض ہے۔ اور ایسی تعلیم دراصل اسی غرض کے مدنظر ہوتی ہے۔

اس پر سوال یہ ہے، کہ اگر مذہب کی ہر شکل صرف امراء کی تائید کرتی ہے، اور غرباء کو گویا ہمیشہ غریبی میں رکھنا چاہتی ہے، تو پھر مذہب میں ایسے قاعدے ہونے چاہئیں، جن کی ظاہری شکل خواہ کچھ بھی ہو، مگر ان کا نتیجہ یہ ہو، کہ ان کے ذریعہ دنیا میں عدم مساوات قائم ہوجائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ مذہب نے دنیا میں عدم مساوات نہیں۔ بلکہ مساوات قائم کی ہے۔ اور مذاہب کے متعلق ہم نہیں جانتے، کہ ان کی تعلیمیں بگڑ گئیں، کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے نہ تھے، اور نہ ان میں ساری باتیں بیان ہوئیں، جو انسان کے لئے من حیث الانسان ہمیشہ کیلئے ضروری تھیں، مگر اسلام کی خوبصورت اور پُرحکمت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلیم کو دیکھیئے، اس میں مساوات پیدا کرنے اور عدم مساوات کے تمام ذرائع کو کاٹنے کا کیسا عمدہ سامان کیا گیا ہے۔ اس نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، جس سے امراء کی بچائی ہوئی دولت پر ان کے سرمایہ اور راس المال اور اس ٹیکس کی آمد ان غرباء کی ضروریات کے لئے وقف کر دی گئی ہے، جو دنیا میں سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اپنے لئے کوئی روزگار پیدا نہیں کر سکتے، یا انہیں وہ مواقع ترقی کے نہیں مل سکتے، جو دوسروں کے لئے موجود ہیں۔ اس ایک ہی قانون سے عدم مساوات کو توڑنے کا کیسا اعلےٰ سامان کر دیا گیا ہے۔ پھر سود کی ممانعت ہے۔ اس کی رُو سے کوئی امیر جس نے خود کما کر یا ورثہ میں دولت حاصل کی ہو، بغیر کام کاج اور محنت کئے اپنی دولت کے بھروسہ پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کوئی امیر غریب کی غریبی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے سود نہیں لے سکتا۔ اس سے بھی عدم مساوات کو مٹایا گیا، اور مساوات کو قائم کیا گیا ہے۔ پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے، کہ مذہب چونکہ عدم مساوات کو قائم کرتا ہے، اس لئے یہ در اصل امراء کی ایک سازش ہے۔ کم از کم مذہب اسلام کے متعلق یہ کہنا سراسر غلط ہوگا۔ ایسے مذاہب ہونگے، اور کچھ ایسے اہل مذاہب بھی ہونگے، جو مذہب کی آڑ لیکر غرباء کو بیدار نہ ہونے دیتے ہونگے، لیکن اسلام، جو حقیقی مذہب ہے، ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا، کہ انسانی سوسائٹی کے کسی طبقہ کو بیدار نہ ہونے دیا جائے، اور اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اس زمانہ میں احمدیت نے اسلامی تمدّن اور اس کے اقتصادی حصّے کو زندہ کر کے یہ بتا دیا ہے، کہ اسلام میں امراء اور غرباء کا برابر خیال رکھا گیا ہے۔ پس اسلام نے معترضین کے اس اعتراض کو بالکل باطل کر دیا ہے، کہ مذہب در اصل دنیا میں عدم مساوات قائم کرنیکا ذریعہ ہے۔

فرائیڈ نے اپنے ارتقائی بیان میں (جو اس کی دوسری کتاب میں زیادہ صفائی سے پیش کیا گیا ہے) اس بات پر زور دیا ہے، کہ انسان کو اپنی زندگی کے لئے سوسائٹی میں رہنا ضروری ہے۔ اور سوسائٹی میں رہنا فرد کے لئے ایک مستقل اور کبھی نہ ختم ہونیوالی قربانی ہے۔ اس قربانی کے مقابلہ میں اس نے خدا کا خیال ایجاد کیا ہے، تا کہ اس کی قربانی کی قدر کرنیوالی اور اس کو اس کا معاوضہ دینے والی ایک ہستی ہو۔ لیکن یہ حقیقت محتاجِ دلیل نہیں ہے، کہ سوسائٹی کے لئے جو قربانی فرد کو کرنی پڑتی ہے، اسکی تکلیف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس سے جو تذبذب پیدا ہوتا ہے، وہ سب سے زیادہ انبیاء میں پایا جانا چاہیئے، کیونکہ وہی ہیں، جو سب سے زیادہ مذہب کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں، مگر انبیاء میں کوئی تذبذب پن ہمیں نظر نہیں آتا، بچپن کے زمانے میں بچہ اپنے نفس کے تابع ہوتا ہے۔ اور جو چیز اس کی طبیعت میں غالب ہوتی ہے، وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ والدین، دیگر بزرگوں اور دوسرے بچوں سے اس کا جو معاملہ کھیل، کھانے پینے اور اپنے مقررہ کاموں میں ہوتا ہے، اور جس طرح اس معاملہ میں وہ اپنا آپ دکھاتا ہے، اس سے بالکل ظاہر ہو جاتا ہے، کہ اس کے نفس کا غالب پہلو کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن پھر آنحضور کی جوانی کے حالات سے ہمیں پتہ چلتا ہے، کہ حضورؐ کی طبیعت میں کیسی سیری کیسی سکینت اور کیسا ضبط پایا جاتا تھا۔ آپ کی طبیعت بھری ہوئی رہتی تھی۔ کوئی بھوک آپ کو نہ تھی، اور کوئی بے قابو پن آپ کی پاک اور متوازن طبیعت میں نہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے گھر میں رہتے تھے۔ ابوطالب کے بچوں کے سامنے جب کھانا چُنا جاتا، تو وہ آپس میں چھینا جھپٹی کرتے، مگر آنحضور علیہ السلام اپنا ہاتھ کھینچ لیتے[1]۔ اور امّ ایمن جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خاندانی خادمہ تھیں، بیان کرتی ہیں، کہ آپ کی طبیعت میں اتنی سیری تھی، کہ کبھی آپ بھوک یا پیاس کا اظہار نہ فرماتے تھے[2]۔ اسی طرح اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کے حالات سے ہمیں پتہ چلتا ہے، کہ آپ کی طبیعت بھی سکینت اور ضبط کا ایک اعلےٰ نمونہ تھی۔ پس انسانی فطرت کا نقشہ جو فرائیڈ نے کھینچا ہے، اور جس کو وہ خدا کے عقیدہ کی جڑھ بتاتا ہے، وہ انبیاء، مذہبی لیڈروں اور بزرگوں کے حالات کے لحاظ سے ہرگز صحیح نہیں، حالانکہ سب سے زیادہ وہ نقشہ ہمیں انہی بزرگوں کی سیرت میں ملنا چاہیئے۔

فرائیڈ کی تیسری کتاب وہ ہے، جو اس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے متعلق لکھی ہے۔

---

[1] خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۸۲۔

[2] دلائل النبوۃ جلد اول صفحہ ۵۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah
اس میں اس نے یہ کوشش کی ہے، کہ مذہبی تاریخ کو غلط ثابت کیا جائے۔ وہ لکھتا ہے، کہ یہ عام خیال کہ حضرت موسےٰؑ اسرائیلی قوم سے تھے، غلط ہے، وہ در اصل مصری تھے، اور ایک ایسے مذہب کے ماننے والے تھے، جو کچھ عرصہ پہلے مصر میں مصر ہی کے ایک بادشاہ کے ذریعہ مصریوں کو سکھایا گیا تھا۔ مصریوں نے اس کی تعلیم کی قدر نہ کی، لیکن حضرت موسےٰ کو اس مذہب سے لگاؤ تھا، اسلئے انہوں نے فیصلہ کیا، کہ خواہ کچھ ہو، وہ اس مذہب کو کسی اور قوم کے ذریعہ پھیلائیں گے، اور ایک دوسری قوم میں چلے جانے سے وہ مصریوں کے ظلم سے بھی بچ جائیں گے۔ یہ قوم ان کو اسرائیلی نظر آئی۔ چنانچہ اس طرح وہ اسرائیلیوں کے لیڈر بن گئے۔ لیکن ٹھیک اسی طرح جس طرح انسانی سوسائٹی کی ابتدا میں بیٹوں نے باپ سے تنگ آکر باپ کو قتل کر دیا تھا، حضرت موسےٰ کے ماننے والوں نے بھی حضرت موسےٰ کو انجام کار قتل کر دیا۔ اور قتل کے نتیجہ میں جو تاسف پیدا ہوا، اس سے حضرت موسیٰ کی تعلیم اور اس تعلیم میں خدا کے متعلق جو کچھ سکھایا گیا تھا، اس کو چار چاند لگ گئے، اور اس طرح اس توحید کی بنیاد پڑ گئی، جو یہودی مذہب اور بعد میں آنے والے مذاہب مثلاً عیسائیت اور اسلام کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ فرائیڈ کے بیان میں حضرت موسےٰ کا قتل خود ان کے ماننے والوں کے ذریعہ ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اس قتل کے بغیر حضرت موسےٰ پر اس کا بیان چسپاں نہیں ہوتا۔ مگر پہلا سوال یہ ہے، کہ کیا حضرت موسےٰ واقعی قتل ہوئے؟ جہانتک تاریخی حقائق کا تعلق ہے، فرائیڈ کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ لیکن اگر ہم بالفرض مان لیں، کہ وہ قتل ہوئے تھے، تو دوسرا سوال یہ ہے، کہ کیا ان کا قتل ان کے ماننے والوں کے ہاتھ سے ہوا؟ فرائیڈ کے بیان میں اس کا بھی کوئی حقیقی ثبوت نہیں ہے۔

اب اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرائیڈ کی یہ بات تسلیم کر لیں، کہ حضرت موسےٰ اپنے ماننے والوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے، تو اس کو ایک اور طریق سے بھی سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہر مذہبی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا شخص یہ بات جانتا ہے، کہ انبیاء کی جماعتوں میں حاسدوں کا ایک گروہ ہوتا ہے جو ظاہر میں تو ان کو مانتا ہے، لیکن وہ اندر ہی اندر حسد سے جل جل کر منصوبے کرتا رہتا ہے، کہ نبی کی جماعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس سے اس کی اپنی لیڈری اور امنگیں خاک میں مل گئی ہیں، کسی طرح تباہ ہوجائے۔ مؤمنین تو اپنی جماعت اور اپنے لیڈر کا ہر طرح سے بھلا چاہتے اور ان کی سلامتی کے خواہاں ہوتے ہیں، لیکن یہ منافق اس تاڑ میں ہوتے ہیں، کہ کسی طرح اس سلسلہ کو تباہ کیا جائے۔ پس ہوسکتا ہے، کہ ایسے ہی کچھ منافق حضرت موسےٰ کی جماعت میں ہوں، جنھوں نے موقع پاکر حضرت موسےٰ کو قتل کر دیا ہو[1]۔ لیکن ایسے منافقوں کو ندامت اور تاسف کیسا؟ ندامت تو ماننے والوں اور دل سے ماننے والوں کو ہوسکتی ہے، ان لوگوں کو کیوں ندامت ہونے لگی، جو دل سے یہ چاہتے تھے، اور منصوبے کرتے رہتے تھے، کہ کسی طرح اس شخص کا خاتمہ ہوجائے۔ پس حضرت موسیٰ کا قتل، اگر وہ ثابت بھی ہوجائے، ایسا قتل نہیں، جو فرائیڈ کے مخصوص نظریہ کو کچھ فائدہ دے سکے۔

عیسائیت (یعنی یہ عقیدہ کہ ایک مسیح یہودیت کو زندہ کرنے کے لئے آنیوالا تھا، اور وہ مسیح آخر یسوع کی شکل میں آیا) فرائیڈ کے نزدیک حضرت موسےٰ کے قتل کے ازالہ کے طور پر تھا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں، کہ اگر مسیح کی آمد کا عقیدہ یہودیوں نے اپنے ایک گناہ کے ازالہ کے لئے خود بخود تجویز کیا تھا، تو پھر ایسا کوئی عقیدہ حضرت موسےٰ کی طرف کیونکر منسوب ہوگیا؟ اور اگر اسی طرح مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ سمجھا جائے، اور کہا جائے کہ یہ صحابہ نے بعد میں تجویز کیا تھا، تو کون اس کو مان سکتا ہے، جبکہ اس بات کے ناقابل تردید تاریخی ثبوت موجود ہیں، کہ صحابہ اپنی طرف سے کوئی ذرا سی بات بھی نہ بناتے تھے، بلکہ جو آنحضرت سے سنتے تھے وہی آگے بیان کرتے تھے۔

پس حقیقت یہ ہے، کہ مذہب کی ایک ٹھوس بنیاد جس کو کوئی فلسفہ ہلا نہیں سکتا، یہ بھی ہے، کہ اس میں ایک زبردست تاریخی نظام ہے، جس کے ماتحت ایک نبی اپنے سے پہلے نبیوں کی تصدیق اور اپنے سے بعد میں آنیوالوں کے متعلق پیشگوئی کرتا چلا آیا ہے۔ اور اس سلسلہ کا

---

[1] یہ محض فرائیڈ کے خیال کو صحیح فرض کر کے اس کی ایک امکانی صورت بیان کی گئی ہے۔ ورنہ ہم تو یہ بات بھی ہرگز تسلیم نہیں کرتے، کہ حضرت موسیٰ قتل ہوئے، چہ جائیکہ وہ اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پورا ہوتے چلے آنا اور پرانی پیشگوئیوں اور وعدوں کے مطابق موعود نبیوں کا وقت مقررہ پر ظاہر ہوتے چلے جانا خود مذہبی نظام کے محکم ہونے اور خدا کے زندہ اور موجود ہونے کی زبردست دلیل ہے، اور فرائیڈ نے اسی نظام کو توڑنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ایک معترض کہہ سکتا ہے، کہ وعدے تو ممکن ہے کوئی قوم اپنی بے بسی سے خود تجویز کر لیتی ہو، مگر ہم کہتے ہیں کہ ان وعدوں کو خدا کے سوا پورا کون کر سکتا ہے؟

فرائیڈ نے حضرت موسےٰ کے اسرائیلی نہ ہونے بلکہ مصری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے، کہ آپ کا نام موسےٰ تھا، اور موسےٰ اسرائیلی عَلَم نہ تھا، بلکہ مصری تھا۔ ہوسکتا ہے کہ فرائیڈ کی یہ بات درست ہو، لیکن کیا صرف اتنی سی بات سے ساری کی ساری قوم کی شہادت کو جو تواتر سے ہم تک پہونچی ہے، ٹھکرا دیا جائیگا۔ ایسی باتوں میں قومی شہادت سب سے زیادہ وقیع ہوتی ہے۔ اور جب قومی شہادت یہی ہے، کہ حضرت موسیٰ اسرائیلی قوم سے تھے، تو پھر اور کسی بات کو کیسے مانا جا سکتا ہے۔ رہا یہ کہ موسیٰ مصری عَلَم ہے، اسرائیلی نہیں، تو یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ آپ اگرچہ اسرائیلی تھے، مگر جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے، بچپن سے ہی مصر کے شاہی خاندان میں ہی آپ کی پرورش ہوئی تھی، حتیٰ کہ آپ جوان ہوئے، تب آپ کا اسرائیلی خون، جس کا علم آپ کو ہوش سنبھالتے ہی ہوگیا ہوگا، اسرائیلیوں کی مظلومی پر جوش میں آگیا، اور آپ نے ان کی بہبود کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ پس کوئی عجب نہیں، کہ آپ کا نام مصری شاہی محل میں مصری ہی رکھا گیا ہو۔ اور بعد میں یہی نام مشہور ہوگیا ہو۔ لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا، کہ آپ اسرائیلی نہ تھے۔ فرائیڈ نے حضرت موسیٰ کے اسرائیلی وجود کو جو ایک تاریخی حقیقت ہے، فرضی ثابت کرنے کے لئے یہی سب سے بڑی دلیل دی ہے۔ اور اس کا بودا پن ظاہر ہے۔

دریا کے واقعہ کے متعلق لکھا ہے، کہ یہ حضرت موسیٰ کے متعلق نہ تھا، بلکہ ایک اور واقعہ تھا، جو اس زمانے میں مشہور تھا، اور اسرائیلی مؤرخوں نے اسے بعد میں حضرت موسیٰ کی طرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah
منسوب کر دیا۔ اس معاملے میں بھی قومی شہادت مانی جائیگی۔ خصوصًا اسوجہ سے کہ اسے بالکل فرضی اور اُنہونا تو فرائیڈ بھی نہیں بتاتا۔ صرف ایک وسوسہ ڈال دینے سے وہ تاریخی شہادت، جو متواتر ہم تک پہونچتی رہی ہے، جھٹلائی نہیں جا سکتی۔ فرائیڈ کو یا کسی اور کو اس متواتر تاریخی حقیقت کے خلاف دعوے کا کوئی ثبوت پیش کرنا چاہیئے، محض ایک بات کہہ دینے سے وہ ثابت نہیں ہو سکتی۔

فرائیڈ نے ایک اور نہایت ہی بودی بات یہ کہی ہے، کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم یعنی مصریوں سے اتنے مایوس ہو گئے، یا اتنے ڈر گئے تھے، کہ انہوں نے فیصلہ کیا، کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی تعلیم دیں گے۔ یہ بات ہرگز قرینِ عقل نہیں۔ کسی تعلیم کی کامیابی کے لئے دو ہی شرطیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ تعلیم خود ایسی معقول ہو، کہ قوم کو اس کی ضرورت ہو، دوسرے یہ کہ لیڈر زبردست ہو۔ اور یہ دونوں باتیں فرائیڈ کے نزدیک بھی حضرت موسٰے اور آپ کی تعلیم میں موجود تھیں۔ پھر حضرت موسیٰ کو اپنی قوم سے مایوسی کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ علاوہ ازیں اگر ان کو مایوسی اور خوف ہو سکتا تھا، تو وہ بنی اسرائیل سے ہونا چاہیئے تھا، نہ کہ اپنی قوم سے۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنی قوم پر ناز ہوتا ہے اور خیال ہوتا ہے، کہ یہ تو میری قوم ہے، اسے تو میں کسی نہ کسی طرح منوا ہی لونگا۔ ہاں غیر قوم سے مایوسی اور خوف ہو سکتا ہے۔ لیکن فرائیڈ اس کے بالکل خلاف یہ کہتا ہے، کہ اپنی قوم سے چونکہ حضرت موسیٰ مایوس اور خوف زدہ تھے، اس لئے انہوں نے اپنی تعلیم کے لئے ایک غیر کو موزون سمجھا۔

ایک اور سوال یہ ہے، کہ تاریخ سے تو پتہ لگتا ہے، کہ بنی اسرائیل مصریوں کے سخت اور شدید مخالف تھے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کی منتخب قوم اور مصریوں کو خدا کی مقہور قوم سمجھتے تھے۔ اور یہ جذبہ خود حضرت موسٰے علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کی مثال اور آپ کے نمونہ سے ہی پیدا ہوا ہو گا۔ اب کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شخص ایک قوم سے نکلا ہو، اور پھر ان کا ایسا دشمن ہو گیا ہو، جیسا کہ بقول فرائیڈ حضرت موسٰے مصری ہو کر مصریوں کے ہو گئے تھے۔ ان کو تو کوشش کرنی چاہیئے تھی، کہ مصریوں کی کچھ نہ کچھ قدر اسرائیلیوں میں بھی پیدا کر دیتے۔ لیکن یہ انہوں نے نہ کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت موسٰے مصری نہ تھے، بلکہ اسرائیلی ہی تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر زبان کا سوال ہے۔ حضرت موسےٰ نے اپنی ساری تعلیم بنی اسرائیل کی زبان یعنی عبرانی میں دی۔ اور عبرانی زبان کے آپ ماہر تھے۔ ہمارے خیال کے مطابق تو ایک نبی کو اپنی زبان میں ایسا کمال حاصل ہونا ہرگز قابلِ تعجب نہیں۔ لیکن فرائیڈ کے نظریہ کی تائید میں یہ ایک نہایت ہی مشکل امر ہوگا، کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود مصری ہونیکے عبرانی زبان میں ایسی مہارت پیدا کر لی، کہ آپ کی کہی ہوئی باتیں عبرانی ادب کا بہترین حصہ بن گئیں۔

ختنہ کی رسم کے متعلق فرائیڈ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اس موضوع پر بعض اور سیاح بھی لکھتے رہتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ ختنہ کی رسم حضرت موسےٰ کے زمانے سے بہت پہلے مصر میں موجود تھی۔ فرائیڈ اس سے سہارا لیکر کہتا ہے، کہ ختنہ کی رسم، جو ایک مصری رسم تھی، اس کا اسرائیلیوں میں رائج ہوجانا اس بات کی دلیل ہے، کہ حضرت موسےٰ مصری تھے۔

ہم کہتے ہیں، کہ اسرائیلیوں میں تو ختنہ کی رسم حضرت موسےٰ کے ذریعہ پہونچ گئی، لیکن عربوں میں یہ رسم قدیم زمانے سے چلی آتی تھی، وہاں کیسے پہونچی؟ آخر عربوں میں بھی اس رسم کے پہونچنے کا کچھ پتہ لگنا چاہیئے۔ عربوں اور یہودیوں کی دشمنی تاریخ میں مسلّم ہے۔ اور اب تک اس کے مظاہرے دُنیا میں ہو رہے ہیں۔ ناممکن تھا، کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بات لیتے۔ پس عربوں میں ختنہ کی رسم کا قدیم سے پایا جانا یہ ثابت کرتا ہے، کہ ختنہ کی ابتدا کے متعلق بائبل کا یہ بیان کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئی، بالکل درست ہے۔ اگر اس کو مان لیا جائے، تو اس بات پر ذرا بھی تعجب نہیں رہتا، کہ آپ کے ذریعہ اسرائیلیوں میں بھی اور اسمٰعیلیوں میں بھی (جو دونوں آپ کی اولاد تھے اگرچہ دو الگ الگ بیویوں سے تھے) یہ رسم جاری ہوگئی۔ مصریوں میں اس رسم کا حضرت موسےٰ کے زمانے سے پہلے موجود ہونا بھی ہرگز قابلِ تعجب نہیں۔ کیونکہ مصریوں اور عربوں کے تعلقات تھے۔ اور ہوسکتا ہے بلکہ اغلب ہے، کہ مصریوں نے یہ رسم عربوں سے لی ہو۔ اغلب اس لئے کہ مصر میں جو حکومت حضرت موسیٰ کے زمانے میں قائم تھی، وہ خود کوئی ملکی حکومت یا بادشاہت نہ تھی، بلکہ ایک عرب قبیلہ تھا، جو وہاں استعماری طریق سے حکومت کرتا تھا۔ اس سے یہ بات بھی حل ہوجاتی ہے، کہ فرعون اتنے بڑے ملک کا بادشاہ ہونے کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باوجود اسرائیلیوں سے ڈرتا کیوں تھا، اور وہ اپنی قوم کو اسرائیلیوں سے خوف کیوں دلاتا تھا۔ اس کی یہی وجہ تھی، کہ وہ خود ایک چھوٹے سے عرب قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، جو استحاری طریق سے مصر پر حکومت کرتا تھا۔ اس لئے اس کو ڈر تھا، کہ یہ اسرائیلی واقعی کبھی بیدار ہو کر اور کسی اچھے لیڈر کے ماتحت آ کر ہمیں یہاں سے نکال نہ دیں۔ ان کا باہر چلا جانا بھی اس کے لئے باعث خوف تھا۔ کیونکہ جب تک وہ مصر میں تھے، وہ دبائے جا سکتے تھے، اور باہر جا کر وہ طاقت پکڑ سکتے تھے، یا کسی اور قوم یا قبیلہ کو ملا کر فرعون کے لئے مصیبت کا باعث بن سکتے تھے۔ پس عرب اثر مصر میں بادشاہوں کے ذریعہ موجود تھا، اور عربوں کے تعلقات شروع سے مصر سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی شادی مصر میں کی۔ پھر اپنے بیٹے حضرت اسحٰق کی شادی بھی مصر میں کرائی۔ اس سے ہرگز اس بات پر کوئی تعجب باقی نہیں رہتا، کہ مصر میں ختنہ کی رسم مدت سے موجود تھی۔ اور اسرائیلیوں کو مصریوں سے یہ رسم لینے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ان میں یہ رسم پہلے سے موجود تھی۔ پس فرائیڈ کی تیسری کتاب جو موسٰے کے موضوع پر" قیافہ آرائیوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ ایک مذہب کے مخالف نے ایک" تاریخی مذہب" اور اس تاریخی مذہب کے تاریخی بانی کے حالات علمی طور پر بیان کئے ہیں، ہرگز درست نہیں۔

مکتبہ احمدیہ قادیان

سے آپ ہر قسم کی کتابیں منگا سکتے ہیں۔ نیز قرآن مجید مترجم اور معرا بھی ہمارے ہاں سے طلب فرمائیے۔ ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کو انشاء اللہ کبھی شکایت کا موقعہ نہ ملے گا۔

مینیجر مکتبہ احمدیہ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نئی کتابوں پر تبصرہ

بہائی تحریک پر تبصرہ:-

مؤلفہ مولانا ابو العطاء الجالندھری۔ ضخامت ۲۰۷ صفحات، تقطیع ۲۰×۲۶/۸، لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی، قیمت ایک روپیہ۔

ایران کی ایک قدیم روایت ہے، کہ امام غائب اپنے فضل کے رو سے اپنے سچے اور وفادار معتقدوں کو اپنا دیدار دکھانے اور ان تک اپنے اوامر و نواہی کو پہنچانے کے لئے دنیا میں کسی ربّانی بزرگ کو مامور رکھتے ہیں۔ ایسے وجود کو ان کی اصطلاح میں "باب" کا لقب دیا جاتا ہے، لیکن ابھی انیسویں صدی عیسوی کا نصف اوّل بھی ختم نہ ہوا تھا، کہ "امام غائب" اور ان کے "باب" کے منتظر لوگ مایوس اور ناامید ہونے لگ گئے، علامہ مجلسی اور کتاب اکمال الدین کے مصنّف نے جس خیال کو قرونِ وسطیٰ میں رائج کیا تھا، لمبے انتظار کے بعد اس میں تزلزل پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ تب شیعوں میں سے شیخ احمد الاحسائی المتوفی ۱۲۴۲ھ اور ان کے جانشین سیّد کاظم الرشتی المتوفی ۱۲۵۹ھ جیسے لوگ پیدا ہو گئے، جنہوں نے لوگوں کو "قربِ ظہور" کی امید پر اسی پرانے خیال سے وابستہ رکھنے کی کوشش کی، اور ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو "امام غائب" یا ان کے "باب" کے نام سے اٹھنے والی ہر آواز پر اندھا دھند لبیک کہنے کے لئے تیار تھی۔ ادھر خود ایران کی ملکی حالت تغیّر چاہتی تھی۔ دستوری تحریک شروع تھی، "شیخ احسائی اور سیّد کاظم کے جمع شدہ مواد میں مذہبی انقلاب کے نام پر دیا سلائی لگانے کی ضرورت تھی" کہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو سیّد علی محمد نامی شیراز کے ایک شخص نے ایران میں اپنے باب ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ تھا آغاز اس تحریک کا جسے اب بابیت یا بہائیت کا نام دیا جاتا ہے۔

اس تحریک کے بانیوں اور ان کے جانشینوں کی کتابیں کمیاب ہیں۔ بہاء اللہ کی کتب بالخصوص

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الاقدس" کو بہائیوں نے آجتک شائع نہیں کیا۔ ان کے متبعین تقیہ سے کام لیتے ہوئے بالعموم اپنے حقیقی معتقدات کو چھپاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مقتدیٰ کا ارشاد ہے، کہ"اپنے مال، سفر، اور مذہب کو مخفی رکھو"۔ اس لئے بابیت اور بہائیت کے متعلق بہت کم مستند لٹریچر ملتا ہے، اور ایک طالب حق کے لئے ان تحریکوں کی حقیقت اور اصلیت معلوم کرنے کے واسطے بہت کم مواقع ہیں۔ ہمیں مولانا ابوالعطاء الجالندھری کا ممنون ہونا چاہیئے، کہ انہوں نے نہایت محنت، قابلیت اور توجہ سے بابیوں اور بہائیوں کے مستند بیانات کو پیش نظر رکھکر ان کے حالات اور معتقدات کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ گو اس سے قبل ۱۹۳۶ء میں مکرم و محترم مولانا فضل الدین صاحب پلیڈر (جن کی بہاء اللہ کے بیٹے محمد علی سے خط و کتابت رہی ہے) "بہائی مذہب کی حقیقت" کے نام سے ایک کتاب لکھکر ان تحریکات کی خلاف اسلام تعلیمات اور عقائد کا راز انہیں کی مستند اور مسلّمہ کتب کے حوالوں سے طشت از بام کر چکے ہیں۔ [illegible] لیکن پھر بھی زیر نظر تازہ کتاب "بہائی تحریک پر تبصرہ" میں چند مباحث اس سے زائد ہیں۔ مثلاً بابی اور بہائی تحریک کی قدرے مفصّل تاریخ، بہائیوں کی جدید شریعت الاقدس کا اصل نسخہ مع اردو ترجمہ، اسلامی شریعت اور بہائی شریعت میں موازنہ، بہائیت اور احمدیت میں امتیازی فرق وغیرہ۔

"بہائی تحریک پر تبصرہ" ایک مقدمہ، دس فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پہلی اور تیسری فصل میں بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں اسلامی شریعت کے منسوخ کرنے کے متعلق بابیوں کی سازش کا ذکر کر کے ان کی تینوں بنیادی کتابوں، البیان، المستیقظ اور الاقدس پر مختصر تبصرہ ہے۔ بہائیوں کو آجتک اپنی شریعت الاقدس کو چھاپنے اور شائع کرنے کی جرأت نہیں ہوئی، اور وہ ہمیشہ ہی اس "تریاق اکبر" کو دُنیا کے سامنے رکھنے سے گریزاں رہے ہیں۔ فصل چہارم و پنجم میں الاقدس کا اصل متن مع اردو ترجمہ کے اس چیلنج کے ساتھ پورے کا پورا شائع کر دیا گیا ہے، کہ "اگر بہائی جماعت یہ ثابت کر دے، کہ ہماری شائع کردہ "اقدس" اصل نہیں ہے تو اُسے یکصد روپیہ بطور انعام دیا جائیگا۔ چھٹی فصل اسلامی شریعت اور بہائی شریعت کے موازنہ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مشتمل ہے۔ مصنف نے بہائی شریعت کا لب لباب "پچیس خصوصیات" کے زیر عنوان بڑی خوبی سے بیان کر دیا ہے۔ اور یہ قریبًا وہی مضمون ہے، جو "بہائی مذہب کی حقیقت" میں بیان ہو چکا ہے۔ اسی ضمن میں بہائی شریعت کے بعض احکامات پر فاضل مصنف نے بڑی سخت جرحیں کی ہیں، اور وضاحت سے ثابت کر دیا ہے، کہ یہ صرف سطحی اور ناقابل عمل باتوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید اور اسلام کی محکم شریعت سے اس کو کوئی نسبت نہیں۔ لیکن بہائی شریعت کی چوتھی، انیسویں اور تیئیسویں خصوصیات پر مولانا نے کوئی خاص ایسی جرح نہیں کی، جس سے مخالف لاجواب ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح پانچویں خصوصیت پر جو جرح کی گئی ہے وہ بھی محل نظر ہے۔ ساتویں فصل میں قرآن مجید کی افضلیت کو ثابت کیا گیا ہے، اور قرآن مجید کے غیر منسوخ ہونے پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ آٹھویں فصل اس بارہ میں ہے، کہ بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت کا تھا، نہ کہ نبوت کا۔ نویں فصل بہائی تحریک کے متعلق بعض سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مثلاً یہ کہ بابیوں اور بہائیوں کی دنیا میں موجودہ تعداد کیا ہے؟ باب اور بہاء اللہ کی قبریں کہاں ہیں؟ اہل بہاء کا غیر بہائیوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ وغیرہ۔

"بہائیت اور احمدیت اپنے مقاصد اور ذرائع کے اعتبار سے بالکل متضاد تحریکیں ہیں۔ ایک اگر زہر ہے، تو دوسری تریاق، لیکن بعض لوگ لاعلمی سے احمدیت کو بہائیت کی نقل قرار دیتے ہیں۔ بہائی تحریک پر تبصرہ کی تکمیل کے لئے ضروری تھا، کہ انیسویں صدی کی ان دونوں تحریکوں میں باہمی موازنہ کیا جاتا۔ مصنف نے اسے نظرانداز نہیں کیا۔ بلکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک مستقل باب میں دونوں تحریکوں کے دس امتیازی فرق بیان کئے ہیں۔ خاتمہ میں جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے بہائیوں کے موجودہ زعیم شوقی آفندی کو دعوت مقابلہ دی گئی ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے، کہ شوقی آفندی اس کا کیا جواب دیتے ہیں، کیا بہائی افراد اپنے زعیم کو اس روحانی مقابلہ کے لئے اسلام کے اس بطل جلیل کے سامنے لائیں گے؟

کتاب میں محترم مصنف نے بابی تاریخ کی بعض غلطیاں بھی نمایاں کی ہیں۔ مثلاً بہائی مؤرخ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مرزا عبدالحسین نے چوتھے باب، ابوالحسن السمری کا زمانہ وفات ۲۶۰ھ متعین کیا ہے، حالانکہ اسکی وفات جیسا کہ پروفیسر براؤن نے ثابت کیا ہے، ۳۲۹ھ میں ہوئی، اور اسی تاریخ سے شیعوں کے نزدیک غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

ایک طرف ہم دیکھتے ہیں، کہ محمد علی باب مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ خود بظاہر مسلمان تھے۔ ان کے دعویٰ کے باوجود ایک عرصہ تک بابی لوگ اسلامی شریعت پر عمل پیرا اور اس تحریک کو جزئیات وکلیات میں اسلامی شریعت کا تابع سمجھتے رہے (الکواکب ص۲۱۶) خود بابیت کی ابتدا امام غائب کے عقیدہ پر ہے جو شیعیت کا ستون ہے، پھر عبدالبہاء کے علاوہ بہاء اللہ کے سارے بیٹے انہیں شریعت اسلامی کا تابع ظاہر کرتے ہیں، اور عبدالبہاء اپنی زندگی کے اخیر تک مسلمانوں کی مسجدوں میں ان کی اقتداء میں باجماعت نمازیں بظاہر ادا کرتے رہے۔ دوسری طرف ہمیں نظر آتا ہے، کہ بابیت اسلامی شریعت کو منسوخ کرتی ہے، توحید الٰہی مقام محمدیت، قرآن مجید، ملائکہ، حشر ونشر، تزویج، سود، حج، روزہ، نماز، زکوٰۃ وغیرہ مسائل کے متعلق جس قدر احکام اس تحریک کے بانیوں نے اپنی کتابوں اور الواح میں لکھے ہیں وہ سب کے سب اسلام کے مخالف اور قرآنی تعلیم کے مناقض ہیں۔ ان دونوں پہلوؤں کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے، کہ آیا بابیت اور بہائیت اسلامی فرقوں میں سے کوئی فرقہ ہے، خواہ وہ کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہو، یا دوسرے مذہبوں کی طرح کا کوئی مستقل مذہب ہے۔ جہانتک میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے، فاضل مصنف نے مجملاً یہ تو لکھا ہے، کہ بہائی تحریک کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لیکن وہ براہِ راست اور مستقلاً اس سوال کو زیر بحث نہیں لائے۔

جناب حشمت اللہ صاحب بہائی نے اپنی کتاب "بہاء اللہ کی تعلیمات" کے ص۲۲ میں لکھا ہے:۔

"۱۸۶۸ء سے لیکر ۱۸۹۲ء تک حضرت بہاء اللہ عکا میں قید رہے، اور چھہتر سال کی عمر میں چالیس سال کی قید کے بعد عکا سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر ایک باغ بہجی میں رحلت کی"

اس پر مصنف محترم نے یہ جرح کی ہے، کہ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے، کہ فی الواقع عکا کے قیام کا سارا زمانہ ہی بہاء اللہ قیدی رہے ہیں، تب بھی ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک زیادہ سے زیادہ چوبیس سال بنتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں، نہ کہ چالیس سال"۔ لیکن ان کی اس جرح سے مجھے اتفاق نہیں، مَیں نے اصل کتاب کو دیکھا ہے، جناب حشمت اللہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ نہیں، کہ بہاء اللہ محض عکّا میں چالیس سال قید رہے، بلکہ چالیس سال ان کی تمام عمر کی قید کا زمانہ ہے۔ یعنی مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر جتنا عرصہ وہ قید رہے، اس سارے زمانہ کو جمع کیا جائے، تو چالیس سال بنتے ہیں، جن میں سے ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک کُل ۲۴ سال عکّا میں قید رہے، اور باقی ۱۶ سال دوسری جگہ۔ ورنہ یہ محض بچوں کی سی غلطی ہے، کہ سنین کی تعیین کر کے خود ہی اسے چوبیس سال قرار دیا جائے، اور پھر ساتھ ہی لکھا چالیس سال جائے، اور اس بناء پر اپنی مظلومیت کا ڈھول نہیں پیٹا جا سکتا۔ کتاب میں ایک ناہمواری بھی پائی جاتی ہے، کہ عربی و فارسی اقتباسات کا ترجمہ کہیں نہیں دیا گیا ہے، اور کہیں دیا گیا، محترم مصنف نے حوالجات کے درج کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے، جس کے لئے انہیں کافی محنت کرنا پڑی ہوگی۔ لیکن اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، کہ انہوں نے بعض جگہ "مقالہ سیّاح عربی" کا حوالہ دیا ہے، اور بعض جگہ "مقالہ سیاح اردو" کا۔ اور کسی جگہ "باب الحیاۃ" کا ذکر کر دیتے ہیں، کہ وہ بھی مقالہ سیّاح کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ بابی لوگ حکومت کے باغی تھے، اس لئے حکومت کی طرف سے ان پر جو سختیاں کی گئیں، وہ بالکل بجا اور درست تھیں، حشمت اللہ صاحب بہائی اور عبدالبہاء کی بعض تحریروں کو بھی پیش کیا گیا ہے، حالانکہ یہ دونوں صاحب اس دَور کے بابیوں کے مخالف ہیں، اور مخالف کی تحریر کو دلیل بنانا کسی طرح روا نہیں ہے۔

بہرحال ان چند معمولی چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جسکی وجہ یہ ہے، کہ مصنف اپنے تبلیغی سفروں وغیرہ کے باعث اس رسالہ کو حسبِ دلخواہ شائع نہیں کر سکے، کتاب اسم بامسمّیٰ اور بحیثیت مجموعی اپنے معانی اور مقاصد کے اعتبار سے نہایت کامیاب ہے۔ اور تاریخی لحاظ سے اسکے کسی ایک بیان کی بھی تغلیط کی جرأت نہیں کی جا سکتی۔ ضرورت ہے، کہ کثرت سے اس کتاب کی اشاعت کی جائے اور دنیا کو بابیوں اور بہائیوں کے حالات اور عقائد سے کما حقہٗ واقفیت بہم پہنچائی جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسلامی اخلاق:-

{مرتبہ حضرت سید محمد اسحٰق صاحب فاضل، حجم ۱۹۶ صفحات، تقطیع $\frac{20\times30}{16}$ لکھائی چھپائی اوسط، قیمت ۶/ آنے۔ محصولڈاک فی نسخہ دو آنے، ملنے کا پتہ۔ مکتبہ احمدیہ قادیان۔}

انسانی اخلاق کی تربیت کا سب سے مقدم اور اہم ذریعہ یہ ہے، کہ کسی ایسے صاحبِ اخلاق وجود کے اقوال و افعال کا پرتو دکھایا جائے، جس کے دامنِ اخلاق پر معصیت کا کوئی دھبہ نہ ہو، اور بتایا جائے، کہ اس مجسمۂ اخلاق نے دنیا میں آکر کیا کچھ کہا، اور کیا کچھ کر دکھایا، تا قول و فعل کی دُنیا میں جہاں رہبری اور رہنمائی کی ضرورت پیش آئے، ان سے کام لیا جائے۔ اسی امر کے پیش نظر استاذی المحترم حضرت سید محمد اسحٰق صاحب نے، جو اس وقت میرے علم میں ہمارے سلسلہ کے سب سے بڑے عالمِ حدیث ہیں، اسلامی اخلاق کے نام سے دُنیا کے سب سے بڑے صاحبِ اخلاق وجود حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پانچسو اقوال و افعال کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کیا ہے اس طرح یہ رسالہ اخلاقِ فاضلہ کے متعلق عظیم الشان مسلّمِ اخلاق کے پانچسو بہترین اسباق پر مشتمل ہے ہمارا فرض ہے، کہ ہم اس رسالہ کو اپنے ہر بچے بوڑھے، مرد اور عورت کے ہاتھ میں پہنچا دیں، تا اس طرح ایک طرف ہم اس بے نظیر شخص صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پڑھکر اپنی بداخلاقیوں پر نادم ہوتے ہوئے ان کو چھوڑنے کی کوشش کریں، اور دوسری طرف لوگ جان لیں، کہ "وہ پاک شخص جسے آج ایک دُنیا بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کر رہی ہے، کیسا صاحبِ اخلاق، پاک دل، اور ہمہ تن پاکیزگی تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ"۔

یہ رسالہ دوسری بار شائع ہوا ہے، پہلے اس کی قیمت بارہ آنہ تھی۔ اب چھ آنہ کر دی گئی ہے۔ سرورق کے اندر کی طرف اس دفعہ ایک فہرست بھی شامل ہے، جسے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے، کہ کس صفحہ پر کس مضمون کی حدیث بیان کی گئی ہے، اور اس سے رسالہ کی افادی حیثیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کا قتل :-

{ مصنفہ گیانی واحد حسین صاحب، حجم ۴۰ صفحات، تقطیع $\frac{20\times30}{16}$ قیمت دو آنے فی نسخہ ایک روپیہ میں دس نسخے، محصولڈاک فی نسخہ ۹ پائی ۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ احمدیہ قادیان }

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس مشاورت ۱۹۳۷ء کے موقع پر جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا، کہ:-

"...... اگر علمی مذاق رکھنے والے لوگ اپنی فرصت کے اوقات میں کوئی کتاب ہی لکھدیں، تو اس میں کیا حرج ہے .... مگر، مصنف وہ ہوں، جو ہوش وحواس رکھتے ہوں، اور عقل و فکر سے کام لینے والے ہوں۔ یہ بھی ضروری نہیں، کہ وہ کوئی ایسا فلسفہ نکالیں، جس سے دنیا میں تہلکہ مچ جائے۔ بلکہ ایسی باتیں لکھی جائیں، جو عام سمجھ کے مطابق ہوں، اور جن میں اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، انکا حل کیا گیا ہو، مثلاً مورخین کی کتابیں ہیں۔ ان میں مسلمان بادشاہوں پر سخت ظلم کئے گئے، اور ان پر نہایت گندے الزامات لگائے گئے ہیں...... مثال کے طور پر کہتا ہوں ...... اورنگ زیب کی شکل تاریخوں میں نہایت ہی تاریک دکھائی گئی ہے...... اور ہماری جماعت کے مصنف اس طرف بھی توجہ کریں تو سلسلہ کے لئے مفید لٹریچر مہیا کر سکتے ہیں"۔

گیانی واحد حسین صاحب نے یہ مختصر سا رسالہ لکھکر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے اس ارشاد کی تعمیل کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ ہمارے سکولوں میں بچوں کے ہاتھوں میں جو کتابیں دی جاتی ہیں۔ ان میں بعض متعصب مصنفین نے سیاسی اور مذہبی مقاصد کے پیش نظر حضرت عالمگیر اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات، والا صفات کو بدنام کرنے اور آپ کے دورِ حکومت کو بھیانک اور مہیب شکل میں پیش کرنے کے لئے غلط بیانیوں اور الزام تراشیوں کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے۔ جن میں سے ایک سراسر غلط الزام یہ ہے" کہ حضرت عالمگیر کے عہد میں ان کی پالیسی کے ماتحت گورو گوبند سنگھ صاحب کے دو لڑکے مسلمانوں کے ہاتھوں چمکور میں قتل ہوئے، اور دو اور چھوٹے بچے محض اسلام قبول نہ کرنے کی پاداش میں قلعہ سرہند کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیواروں میں زندہ چنوا دیئے گئے۔ اور یہ داستان محض اس لئے گھڑی گئی، کہ ان مظالم کو جائز اور مناسب ظاہر کیا جائے، جو گوروگوبند سنگھ صاحب کی وفات کے بعد بندہ بیراگی کی سرکردگی میں سکھ سورماؤں نے غریب اور بے گناہ مسلمانوں پر توڑے۔ گیانی صاحب نے ٹھوس تاریخی واقعات کی روشنی میں پانچ زبردست دلائل سے اس اشتعال انگیز الزام کی تغلیط کی ہے، اور بتایا ہے، کہ گوروگوبند سنگھ صاحب اور انکے بچوں پر مسلمانوں نے کبھی ظلم نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ نرمی درافت سے پیش آتے رہے۔ تبھی تو گوروگوبند سنگھ صاحب ہمیشہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مدح سرا رہے، اور ظفرنامہ میں لکھا:-

"شہنشاہ اورنگ زیب آپ کیا اچھے بادشاہ ہیں، اور ہاتھ کے کیسے چست اور کیسے اچھے شاہسوار ہیں۔ ترتیب میں دانا اور جنگ میں مدبر ہیں، روٹی اور تلوار کے دھنی ہیں، ظاہری صورت اور باطنی سیرت سے بہرہ ور ہیں، ملک کے مالک اور آقا و امیر ہیں، روشن ضمیر اور صاحب حسن وجمال ہیں، اور ملک ومال کے بخشنے والے ہیں، آپ کی بخشش بھی بڑی ہے، اور جنگ میں آپ چٹان کی طرح ہیں۔ فرشتہ صفت اور آسمانی مرتبہ رکھتے ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب جہانوں کی زینت ہیں، زمانہ کے فرمانروا اور دین کی آرائش ہیں۔۔۔۔ اے شہنشاہ ہم آپ کے چاکر بندہ ہیں، اور حکم ہو تو جان سے حاضر ہیں، اگر مجھے فرمان شاہی آئے، تو میں حضور کی خدمت میں جان و تن لیکر حاضر ہونگا"

حیرت ہے، کہ گوروگوبند سنگھ صاحب تو حضرت اورنگ زیب کی اسقدر تعریف کرتے ہیں، لیکن انکے مریدوں کا عمل اس سے مختلف ہے۔ کیا سکھ آئندہ سے اپنے رویہ میں اصلاح کرینگے؟ اور حضرت اورنگ زیب عالمگیر کو ظالم، غاصب اور بُرا کہنے کی بجائے اپنے گورو کے ہمنوا ہو کر انہیں اچھا بادشاہ، باطنی سیرت سے بہرہ ور، فرشتہ صفت اور آسمانی مرتبہ رکھنے والا اقرار دینگے۔

اس وقت ملک کی سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان بُغض و منافرت پیدا کرنے والے عناصر کم ہوں، اور محبت و مصالحت کے جذبات ترقی پائیں، جسکے لئے ہمیں گیانی صاحب کے اس رسالہ کی ہزاروں کاپیاں مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔ رسالہ کا دیباچہ ملک کے بلند پایہ ادیب مولانا عبدالمجید سالک ایڈیٹر روزنامہ "انقلاب" نے لکھا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکھ تاریخ و کتب میں مسلمانوں کے مظالم کی اور بھی بہت سی فرضی داستانیں بیان کی گئی ہیں، ضرورت ہے کہ ان کی اصل حقیقت بھی الگ الگ کرکے سامنے لائی جائے، خوشی کی بات ہے، کہ گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کے متعلق جو غلط الزام حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات پر لگایا جاتا ہے، اس کی تغلیط کے متعلق بھی گیانی صاحب کا ایک مضمون عنقریب شائع ہونے والا ہے:۔

ایک عظیم الشان بشارت:۔

انجمن ترقی اسلام سکندر آباد کی طرف سے ۲۳ صفحے کا ایک مختصر سا رسالہ "ایک عظیم الشان بشارت" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسمیں بتایا گیا ہے، کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے، کہ مسلمان دنیا کے مصلح بنیں، اور انکے ذریعہ بین الاقوامی صلح اور روحانی برادری قائم ہو۔ اس طرح دنیا میں ایک نیا آسمان اور نئی زمین تیار ہو" مضمون نہایت اہم ہے، اور بڑے عمدہ طریق سے اسے بیان کیا گیا ہے:۔

ربّانی سنّت:۔

شائع کردہ انجمن ترقی اسلام سکندر آباد دکن، حجم ۲۴۰ صفحات، تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶۔

قیمت ۴ر

احمدیت کے متعلق اب تک جس قدر لٹریچر شایع ہو چکا ہے، اس میں قادیان کے بعد سب سے اول نمبر ہماری دکن کی جماعت کا ہے۔ یہ جماعت ہمیشہ ہی اردو، انگریزی اور گجراتی وغیرہ زبانوں میں حق اشاعت ادا کرتی رہتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ ان کی انجمن ترقی اسلام سکندر آباد دکن، نے ابھی حال ہی میں ربانی سنّت کے نام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات کو ایک خاص معنوی ترتیب کے ساتھ شائع کیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں بنیادی طور پر سلسلہ مجددین امت محمدیہ کا ذکر کرکے اس سلسلہ میں بعض مضامین بیان کئے گئے ہیں، مثلاً (۱) اسلام کے ظہور کے بعد کسی دوسرے مذہب کو تجدید نصیب نہیں ہوتی (۲) خدا تعالیٰ ہر صدی پر نیا انتظام کرتا ہے (۳) ہمیں تلاش کرنا چاہیئے، کہ اس صدی کا مجدد کون ہے۔ (۴) خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی شخص مجدد نہیں ہو سکتا۔ (۵) میں ہی ایک وہ شخص ہوں، جس نے اس صدی کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شروع ہونے سے پہلے دعویٰ کیا۔ (۶) چودھویں صدی کے مجدد کا کام (۷)، فہرست مجددینِ امّت۔ (۸) سلسلہ نبوت قیامت تک قائم رہیگا۔ (۹) عقائد مسیح محمدی۔ (۱۰) دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا۔ (۱۱) سلسلہ احمدیہ نام کیوں رکھا گیا۔ (۱۲) بیعت کی غرض۔ (۱۳) شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

اس سے قبل یہ رسالہ دو دفعہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ اس کا تیسرا ایڈیشن ہے۔ جس میں قریبًا چوالیس ۴۴ صفحات کا مضمون بڑھا دیا گیا ہے۔ جس کے بعض حصّے یہ ہیں:۔ (۱) حضرت بابا نانکؒ کا چولہ اور سکھ صاحبان۔ (۲) حضرت عیسٰےؑ آسمان پر اٹھائے گئے تھے، وہی واپس آئینگے۔ یہ ثابت کرنے پر بیس ہزار روپیہ انعام (۳) مومن پر دعا کی فرضیت کے چار اسباب۔ (۴) اسلام اور اہلِ اسلام کی حقیقت۔ (۵) خدا تعالیٰ کی چار عظیم الشان صفات۔ (۶) مبلّغین سلسلہ کو اہم نصائح۔ (۷) خدمتِ دین سے عمر بڑھتی ہے۔ (۸) اہلِ امریکہ و یورپ کو کیسے تبلیغ کی جائے۔ (۹) اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب مُردہ کیوں ہیں؟

مضامین کی بلندی، رفعت اور عظمت کے متعلق صرف اس قدر کہدینا کافی ہے، کہ یہ اسی چشمۂ فیض سے لئے گئے ہیں، جس کی آبیاری وحی الٰہی سے ہوتی تھی۔ البتہ مضامین کی ترتیب ضرور نظر ثانی کو چاہتی ہے، میرے خیال میں اس سے بہتر ترتیب کے ساتھ، جس سے تمام کتاب میں ایک تسلسل پیدا ہوجائے، انہیں مضامین کو مرتب کیا جاسکتا تھا:

تبلیغی قلم:۔

قیمت ایک آنہ۔ ملنے کا پتہ:۔ انجمن ترقی اسلام سکندر آباد دکن۔

اسی انجمن ترقی اسلام کے سرگرم رکن سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے ایک خوشنما تبلیغی ہولڈر بھی بنوایا ہے۔ جس پر دونوں جہان میں فلاح پانے کی راہ کے متعلق مفت لٹریچر کا اشتہار درج ہے۔ اس سے پہلے بھی کچھ مدت گذری، سیٹھ صاحب محترم نے اسی قسم کا ایک ہولڈر تیار کروایا تھا۔ سلطان القلم کی جماعت کو اس قلم کی اشاعت کر کے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بننا چاہیئے۔ اور اپنے گھروں سکولوں، کالجوں، ہوسٹلوں اور دفتروں وغیرہ میں عام بازاری ہولڈروں کے خریدنے کے بجائے انہیں ہولڈروں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ کیا اچھا ہو، اگر تمام احمدی سٹیشنر اپنی دکانوں پر اس ہولڈر کو برائے فروخت رکھیں۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نوٹ:- وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں، کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر میں اطلاع دے؛

نمبر ۵۷۷۵:- منکہ محمد زین الدین ولد محمد کنج قوم مالا یا کی پیشہ تجارت عمر ۴۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء فی الحال پانگاڈی ڈاکخانہ کولمبو ضلع لنکا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۲ ۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد بیس روپے ہے میں کمیشن ایجنسی کا کام بھی کرتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی آمد ہووے، تو اس کا بھی انشاء اللہ دسواں حصہ ادا کرتا رہونگا۔ میرا اصل وطن جنوبی حصہ ریاست ٹراونکور میں ہے۔ وہاں بھی کوئی جائداد نہیں ہے۔ میں نے پانگاڈی مالا بار میں شادی کی ہے وہاں بھی کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اور میری وفات پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو، تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی؛

العبد:- محمد زین الدین۔

نمبر ۵۷۷۶:- منکہ گوہر بی بی زوجہ مولا بخش گھمار عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۰ء سکنہ دارالرحمت قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۲ ۱۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر -/۳۲ روپے جو میرے خاوند کے ذمہ ہے زیورات چاندی -/۷۰ روپیہ تک ہے۔ نقد دس روپے ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس سے زائد جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی جائیداد انشاء اللہ ادا کردوں گی۔ میرے مرنے کے بعد اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

الامۃ:- گوہر بی بی زوجہ مولا بخش۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:- مولا بخش خاوند موصیہ۔ گواہ شد:- مرزا محمد حسین سیکرٹری وصایا دارالرحمت۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۷۴۸۔ منکہ مسماۃ ظہور عالم اختر خاتون زوجہ مولوی ابوالحسین صاحب سب رجسٹرار موضع شمولیہ ڈاکخانہ پاکند یا ضلع میمن سنگھ صوبہ بنگال آج مورخہ ۱۰/۵/۴۰ مندرجہ ذیل اراضی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری جائیداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ علاوہ اراضیات کے میرا مہر -/۱۵۰۰ روپے ہے۔ جو ابھی میرے شوہر مولوی ابوالحسین صاحب کے ذمہ قابلِ ادا ہے۔ مَیں اپنے مہر مبلغ -/۱۵۰۰ روپے کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ علاوہ اس کے جو بھی میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے مرنے تک مجھے حاصل ہو۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتی ہوں۔ جائیداد اراضیات کی تفصیل یہ ہے۔ موضع نکلی تھانہ نکلی پرگنہ ٹاپے نکلی سب رجسٹرار آفس باجیت پور ضلع میمن سنگھ میں میری جائیداد اراضی ہے۔ ان اراضیات کے نمبر کلکٹر کے دفتر میں توضیح نمبر ۷۸۰۴ اور مالکی ختیان ۱ اور رعیتی ختیان ۱۹ ہے زمین کی کل پیمائش ۱۳۰۸۰۸۔ ایکڑ ہے۔ اور کلکٹری کا خراج ۳۳/۱۳ ادا کیا جاتا ہے۔ اور مذکورہ بالا جائیداد سیٹلمنٹ کے ختیان میں مندرجہ ذیل نمبروں میں شمار ہے۔

پلاٹ نمبر	ایکڑ	پلاٹ نمبر	ایکڑ	پلاٹ نمبر	ایکڑ
۳۰۴۹	۰۱۸	۳۰۶۸	۳۰ ۱۳	۳۰۷۹	۰۱۶
۳۰۵۰	۰۲۷	۳۰۷۱	۰۲۶	۳۰۸۰	۰۴۴
۳۰۵۱	۰۲۷	۳۰۷۲	۱۰۸۰	۳۰۷۲	۰۵۷
۳۰۵۲	۰۳۰	۳۰۷۳	۰۴۴	۳۰۸۵	۰۳۰
۳۰۵۳	۱۰۵۰	۳۰۷۴	۰۲۲	۳۱۱۳	۰۰۵
۳۰۶۵	۰۵۰	۳۰۷۵	۰۸۰	۳۱۲۲	۰۳۶
۳۰۶۶	۰۴۳	۳۰۷۷	۰۳۹	۳۱۲۳	۰۳۸
۳۰۶۷	۰۲۳	۳۰۷۸	۰۳۷	۳۱۲۶ ۳۲۷۰	۰۳۸ ۰۳۷

مذکورہ بالا اراضی کی قیمت موجودہ نرخ کے مطابق -/۱۰۰ ہوگی۔ دستخط بزبان بنگال۔ ظہور عالم اختر خاتون۔ گواہ شد۔ محمد عبد السبحان بحروف انگریزی۔ گ [illegible] ابوالحسین خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ محمد محفوظ الرحمٰن بحروف انگریزی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دواخانہ نور الدینؓ

(بیادگار)

حضرت حکیم الامتہ طبیب شاہی حاجی الحرمین سیدنا نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

(زیر نگرانی)

ابناء حکیم الامتؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

مدت سے احباب کی طرف سے اس خواہش کا اظہار ہو رہا تھا۔ کہ وہ طبّی فیضان جس کو حضرت والدِ بزرگوار نے عمر بھر جاری رکھکر ہزارہا بندگانِ خدا کو فائدہ پہونچایا تھا اُسے آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی یادگار کے طور پر جاری رکھا جائے۔ مگر احباب کی یہ خواہش ہماری تعلیمی مصروفیتوں کی وجہ سے اب تک پوری نہ ہوسکی تھی۔ اب ہم نہایت مسرت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ اس مبارک مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ کے مبارک نام پر دواخانہ نور الدینؓ کی بنیاد رکھیں۔

حضرت حکیم الامت طبیب شاہی سیدنا نور الدّین رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کے مجربات کا نچوڑ جس کو اپنی آخری عمر میں حضور نے ایک قلمی بیاض میں جمع کردیا تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پاس بعینہٖ محفوظ ہے اس بیش بہا خزانہ پر ہم جس قدر فخر کریں کم ہے۔ اس میں آپ نے تمام چھوٹے بڑے اور پیچیدہ سے پیچیدہ امراض اور ان کے طریق علاج کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ کی بیان فرمودہ ہدایات کی روشنی میں ہم نے ان مجربات کو صحیح خالص اور اعلیٰ اجزا کے ساتھ خود اپنی نگرانی میں تیار کرانا شروع کردیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظاہر ہے کہ جب تک نسخوں کے اجزاء اعلیٰ قسم کے عمدہ اور درست نہ بہم پہونچائے جائیں، اور ان کو احتیاط اور ٹھیک طریقوں سے تیار نہ کیا جائے عمدہ سے عمدہ نسخہ بے اثر ہوتا ہے، اسلئے جہاں اس دواخانہ کے پاس حضور کی قلمی بیاض کے خاص نسخے موجود ہیں، وہاں دواؤں کی تیاری کیلئے نہایت محنت اور صرفِ کثیر سے چن چنکر صحیح، خالص اور مؤثر اجزاء خریدے اور فراہم کئے گئے ہیں۔ اور وہ تمام جڑی بوٹیاں جو عام طور پر بازاروں میں نہیں ملتیں، یا جنکی بجائے عطار اور پنساری غلط چیزیں فروخت کر دیتے ہیں، خاص طور پر کوشش کر کے مہیا کی گئی ہیں، اور کسی نسخہ میں اس کے قیمتی اجزا کے قلیل القیمت بدل نہیں ڈالے۔ کیونکہ ان قیمتی دواؤں کا جو مخصوص ذاتی اثر ہوتا ہے۔ وہ ان کے بدل اجزاء میں ہرگز نہیں ہوتا۔

پس احباب اپنی تمام طبّی ضروریات کے وقت دواخانہ نورالدینؓ کو یاد رکھیں۔ اگر کوئی نسخہ طیار کرانا ہو، تو بہترین اور اصلی اجزاء سے تیار کر کے بھیجا جائیگا۔ بیماری کی مفصّل کیفیت لکھنے پر مناسب نسخہ تجویز کیا جائیگا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مشہور مجربات جو نہایت احتیاط سے تیار کئے جاتے ہیں۔ مناسب قیمت پر مہیّا کئے جائیں گے۔

ذیل میں ہم دواخانہ نورالدینؓ کے خاص الخاص مجربات کی فہرست درج کرتے ہیں۔ ان دواؤں کے نسخہ جات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی قلمی بیاض میں سے لئے گئے ہیں لیکن جن خاص مجربات کا ذکر اس فہرست میں کیا گیا ہے انکے علاوہ دنیائے طب کے تمام مروجہ اور مستعملہ مرکبات بھی اس دواخانہ میں نہایت صفائی اور احتیاط کے ساتھ تیار کروائے گئے ہیں اگر کوئی دوست اپنا نسخہ تیار کرانا چاہیں، توان کی دوا بھی نہایت احتیاط اور صحیح اجزا کے ساتھ تیار کی جائیگی۔

آخر میں ہم احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ارادوں میں برکت دے، اور وہ طبّی چشمۂ فیض جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ذریعہ جاری ہوا تھا، دواخانہ نورالدینؓ کے ذریعہ روز افزوں ترقی کرے ۔

المشتہرین:۔ ابناء حکیم الامت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صندلین

انیمیا یا کمی خون کا بہترین علاج ہے۔ خون تمام اعضاء بدن کو غذا اور روح پہونچاتا، اور زہریلے مادوں کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ تمام اعضاء جسم خون سے ہی زندہ ہیں۔ خون بدن کے ہر ایک حصّہ کی غذا کیلئے مناسب مواد مہیّا کرتا ہے اور پستان میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو دودھ بننے کے لائق ہیں۔ یہ خصیوں میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو مادۂ حیات بننے کے لائق ہیں۔

جسم میں دورۂ خون سے حرارتِ بدن برقرار اور قائم رہتی ہے، بلکہ زندگی کا مدار ہی اسی پر ہے۔ اور صندلین میں وہ تمام اجزاء بکثرت موجود ہیں، جن پر خون کے پیدا ہونے کا انحصار ہے۔

کمیٔ خون خواہ کثرت حیض اور بواسیر سے ہو یا عرصہ تک کی بیماری مثلاً ملیریا وغیرہ میں مبتلا رہنے سے ان تمام حالات میں صرف صندلین کا استعمال ہی آپ کے لئے مفید ہے۔ صندلین چہرہ کے رنگ کو نکھارنے اور صاف کرنے کیلئے بھی اکسیر ہے اور حیض کی خرابیوں میں بھی اس کے استعمال کی سفارش کی جاتی ہے۔

قیمت یکصد قرص ایک روپیہ بارہ آنہ۔ پچاس قرص ایک روپیہ۔

اکسیر معدہ

یہ بے ضرر مرکب معدہ کی خاص دوا ہے اس کے استعمال سے معدہ کے نازک نظام پر بڑا تسکین بخش اثر پڑتا ہے۔ بدہضمی، نفخ، کھٹّے ڈکار، سینے کی جلن، پیٹ کی درد، باؤ گولہ، جی کا متلانا، سُستی، کمزوری، بھوک کم لگنا، خرابی جگر۔ ان تمام بیماریوں کے لئے اکسیر معدہ کا استعمال مفید ہے۔ بیماری کے بعد یا کمزوری۔ کثرت کار یا ثقیل غذاؤں کے زیادہ استعمال سے جب معدہ کمزور ہو گیا ہو۔ تب اس دوا کے استعمال سے بھوک بڑھ جاتی ہے، اور ہاضمہ کی قوت تیز ہو کر آپ کو اپنی غذا سے زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے اور بواسیر میں بھی مفید پائی گئی ہے۔

قیمت یکصد قرص۔ ایک روپیہ بارہ آنہ (۱۲/عہ)

" پچاس قرص ایک روپیہ (عہ/)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امراضِ خاص

خاص امراض کی تشریح و تفصیل مشکل ہے۔ ان امراض کی اہمیت کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ بہت سے مریض ان کو لا علاج سمجھکر مایوس ہو جاتے ہیں۔ جو احباب ان میں سے کسی مرض کا شکار ہوں یا ان کے علم میں کوئی دوست اس مرض میں گرفتار ہوں تو وہ اپنے مفصل حالات ہمیں لکھیں۔ حضرت حکیم الامت کی خاص قلمی بیاض کے مطابق ادویہ تیار کر کے مناسب قیمت پر اُنکی خدمت میں بھیجی جائینگی۔

غیر معتبر اشتہاری ادویہ خرید کر اپنی صحت اور روپیہ کو برباد نہ کریں۔ بلکہ آج ہی سے دواخانہ نور الدینؓ کی تیار کردہ بہترین ادویہ کا استعمال شروع کر دیں:۔

سیلان الرحم

سیلان الرحم کی شکایت آجکل ہندوستانی عورتوں میں بکثرت پھیل رہی ہے لیکن وہ بیچاری بوجہ شرم وحیا اس کا اظہار نہیں کرتیں، اور آخر اپنی قیمتی صحت حقیقی حسن اور نکھار کو برباد کر لیتی ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ اس کا خمیازہ معصوم اور بیگناہ اولاد کو اٹھانا پڑتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ مرد اپنی دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ ایسے امور سے بھی غافل اور بے پرواہ نہ رہیں۔ اگر ان کے گھروالوں یا جوان لڑکیوں کی صحت سیلان الرحم، یون یا لیکوریا کی وجہ سے برباد ہو رہی ہو، تو فوراً حضرت حکیم الامت سیدنا نور الدینؓ کی خاص مجرب دوا

اکسیر سیلان

پھر اسی چشمۂ فیض دواخانہ نور الدینؓ قادیان سے منگوا کر استعمال کرائیں یہ بے خطا دوا رحم کو قوت دیتی، سفید رطوبت کے اخراج کو بند کرتی اور سیلان الرحم کی تکلیف سے نجات دے کر نئی زندگی عطا کرتی ہے۔

قیمت تین روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نُور منجن

اگر آپ کے مسوڑھوں سے خون یا پیپ بہتی ہے مسوڑھے پھولتے یا درد کرتے ہیں، منہ سے بدبو آتی ہے دانت میلے رہتے ہیں۔ دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے پانی پینے سے ٹیس سی لگتی ہے، تو آپ کو نور منجن کا استعمال فوراً شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ بے مثال منجن دانتوں کی آب قائم رکھتے ہوئے انہیں موتیوں کی طرح صاف چمکدار اور خوشنما ہی نہیں بناتا بلکہ منہ کی بدبو دور کر کے ان خطرناک جراثیم کو بھی ہلاک کرتا ہے جو دانتوں کی بیماریوں کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر اسکا خاص جزو پائیریا سے بھی بچاتا ہے اور مسوڑھوں کے نازک پٹھوں کو طاقت دیکر انہیں اس قابل بناتا ہے کہ خون سے غذائیت حاصل کر سکیں۔ نور منجن کا ذائقہ خوشگوار ہے، اور حجم کو بڑھانے کیلئے اس میں چاک وغیرہ قسم کی کوئی چیز شامل نہیں کی گئی۔ اس کا روزانہ استعمال دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی پانچ آنہ۔ ایک درجن تین روپیہ دو آنہ۔

ایک اونس کی شیشی تین آنہ۔ ایک درجن دو آنہ۔

تریاق اٹھرا:۔ دنیائے طب کا حیرت انگیز کارنامہ!

مرض اٹھرا میں رحم بہت کمزور ہو جاتا ہے اور بچہ کو سنبھال نہیں سکتا عموماً تیسرے یا چوتھے مہینے حمل گر جاتا ہے۔ اگر بچہ پورے دنوں میں پیدا ہو بھی جائے تو بڑی عمر نہیں پاتا۔ اور اکثر ذیل کی بیماریوں کا شکار رہتا ہے۔ سبز پیلے دست۔ قے۔ بخار۔ سوکھا۔ بدن پر چھالے پھوڑے پھنسیاں۔ سُرخ دھبے وغیرہ تریاق اٹھرا اس مرض کی نہایت مجرب اور بے خطا دوا ہے۔ پس اگر خدانخواستہ آپ کے گھر والے اس مرض میں مبتلا ہوں تو آج ہی حضرت حکیم الامت سیّدنا نور الدّینؓ کی مجرب دوا تریاق اٹھرا دواخانہ نور الدّینؓ سے طلب کریں!

اس کے استعمال سے بچّہ ذہین۔ خوبصورت۔ توانا اور اٹھرا کے اثر سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔

قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ چھ ماشہ منگوانیکی صورت میں قیمت

فی تولہ۔ ایک روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سُرمہ مبارک

شہنشاہِ طب کی بیاض خاص کا تحفہ:۔ یہ سرمہ ککروں کو زائل کرتا ہے۔ ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوب یا زخم آگیا ہو۔ اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو۔ آنکھوں میں خارش اور کھجلی ہو تو ان حالتوں میں

سُرمۂ مبارک

کا استعمال بہت مفید ہے۔ یہ سرمہ آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے۔ اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس سرمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے اپنے نادر قیمتی اور نہ گھسنے والے کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔

قیمت ایک تولہ اڑھائی روپیہ (عہ/) تین ماشہ بارہ آنے۔

عنبرین

اپنے جسم کو مضبوط بنائیے! عنبرین کا چند روزہ استعمال طبیعت میں انقلاب، جسم میں قوت اور خون میں جولانی پیدا کرتا ہے۔ اس سے دل، دماغ، معدہ، جگر، اور گردوں کو قوت پہونچتی ہے، اور پٹھوں میں طاقت آتی ہے جسم کی پژمردگی درماندگی، نقاہت، ناتوانی اور کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ قوتِ مردمی بڑھتی ہے۔ آپ نوجوان بن کر زندگی کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔

آپ کو اپنی حفاظت اور بیماریوں کے مقابلہ کی قوت حاصل کرنے کے لئے بھی اس دیرپا اور مستقل اثر رکھنے والے معجون کی ضرورت ہے۔

مُشک، عنبر، زعفران اور قیمتی جواہرات اس کے خاص اجزا ہیں:۔

قیمت پانچ تولہ۔ ساڑھے چار روپیہ (للعہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رفیقِ نسواں

رفیق نسواں عورتوں کی مخصوص بیماریوں کے لئے حضرت حکیم الامّت کی نہایت کامیاب دوا ہے اس کے استعمال سے ایام حیض کی خرابیاں دور ہوجاتی ہیں۔ اگر حیض کی بے قاعدگی، بندش یا کمی ہے۔ یا حیض کا خون تکلیف سے رُک رُک کر آتا ہے، ناف کے نیچے ابھار ہے۔ دبانے سے دُکھن محسوس ہوتی ہے کمر اور پنڈلیوں میں درد رہتا ہے، جی متلاتا ہے، یا ہاتھ پاؤں اور سر میں جلن ہے، کسی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ تو یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کو

رفیقِ نسواں

کا استعمال جلد سے جلد شروع کردینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان تکالیف کو دُور کرکے آپ میں قوت و توانائی اور از سرِ نو صحت تازہ پیدا کردے گی ؏

قیمت:۔ پچاس قرص دو روپے۔ یکصد قرص تین روپیہ بارہ آنے۔

مرہم نور

ہر قسم کے زخموں اور پھوڑوں کا بہترین علاج

یہ عجیب و غریب مرہم ہر قسم کے گھاؤ، دُنبل، پھوڑے، پھنسیوں اور زخموں کو گلنے سڑنے سے بچا کر تمام زہریلے اور فاسد مادّوں کو ان کی جڑوں سے کھینچ نکالتا ہے۔ بگڑے ہوئے اور گندے سے گندے زخم اس کے استعمال سے اچھے ہوجاتے ہیں۔ اس کا ایک ہی پھایا اپنے حیرت انگیز اثرات دکھادیتا ہے۔ اس مرہم کو استعمال کرنے کے بعد یقیناً آپ کسی دوسری مرہم کی تلاش نہیں کریں گے ؏

ایسی بہترین مرہم کا ہر گھر میں رہنا نہایت ضروری ہے۔

قیمت بڑی ڈبیہ ۔ ۔ ۔ ایک روپیہ بارہ آنے

" چھوٹی ڈبیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرصِ جواہر

طاقت کی بے نظیر دوا:۔ یہ دوا اعصاب کو طاقت دیتی، دماغ کو تقویت پہونچاتی، دل کو مضبوط کرتی اور باہ کو حد درجہ بڑھاتی ہے۔ اس کا چند روزہ استعمال ہر طرح کی کمزوری دور کر کے نئی قوت اور توانائی پیدا کرتا اور جسم کی زائل شدہ طاقتوں کو بحال کرتا ہے اس کا اثر مستقل اور دیرپا ہے۔ مردانہ قوت کو بڑھانے میں اس کے نتائج بہت ہی شاندار ثابت ہوئے ہیں۔

قیمت یکصد قرص چار روپیہ چودہ آنے۔ (للعہ)

معجون مُلَیِّن

قبض ایک عالمگیر بیماری ہے۔ جس کی وجہ سے خراب، زہریلے اور متعفن مادے جسم میں جذب ہو کر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ معجون مُلَیِّن کا استعمال قبض کا بہترین علاج ہے۔ یہ قطعی بے ضرر معجون درست نہیں لاتا جس سے کمزوری پیدا ہو۔ بلکہ بغیر مروڑ والے چینی کے بندھی ہوئی اجابت کھل کر ہو جاتی ہے۔

معدہ کی خرابی اور زائد رطوبت کو دور کرنے، اور پیٹ کے بڑھنے کو روکنے اور آنتوں کو مضبوط کرنے کے لئے بھی معجون ملیّن" کا استعمال مفید ہے۔

قیمت:۔ تین آنے تولہ۔

ہر قسم کی خط و کتابت کیلئے یہ پتہ یاد رکھیں!

دواخانہ نور الدینؓ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں

صرف پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تینتیس ۳۳ روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

براہین احمدیہ مکمّل	تریاق القلوب۔
سرمہ چشم آریہ۔ ازالہ اوہام مکمل	تحفہ گولڑویہ۔
آئینہ کمالاتِ اسلام۔	اربعین ہر چہار حصّہ
شہادۃ القرآن۔ نور القرآن۔	نسیم دعوت
انجامِ آتھم۔	تذکرۃ الشہادتین
ایام الصلح۔	نزول المسیح
مسیح ہندوستان میں۔	لجۃ النور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں:۔

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو (اردو) میں چھپتی رہی ہے، اور جس میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے، اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے۔ مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے۔ اس کے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی۔ مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اسکی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینجر رسالہ ریویو (اردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔ مجلّد کی قیمت ساڑھے سات روپے ہے۔

ملنے کا پتہ

مینجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

(... پرنٹر و پبلشر نے ... چھپوا کر ... قادیان سے شائع کیا)